بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ﴾

(التوبة:40)

"اگر تم نبی کی مدد نہ کرو (تو کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے ان کی مدد کی جب کافروں نے انہیں نکالا۔ نبی کے ہمراہ ایک اور تھا جب وہ دونوں غار میں تھے"

فضائلِ ابو بکر رضی اللہ عنہ

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس حسنی

سابق صدر شعبہ اردو۔ جامعہ کراچی

مدیر اعلیٰ اردو لغت بورڈ پاکستان

ناشر

مکتبۃ السنۃ۔ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

18- سفید مسجد سولجر بازار نمبر 1 کراچی 74400

فون نمبر 7226509 فیکس: 92-21-241958

سلسلۂ مطبوعات مکتبۃ السنۃ 38

نام کتاب : فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
مؤلف : پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس حسنی
موضوع : فضائل ومناقب
صفحات : 72
سائز : 23x36=16
کمپوزنگ : السنۃ کمپوزنگ سینٹر
مطبع : فیرفین پرنٹنگ پریس
قیمت :
36
تاریخ طباعت : 21 صفر 1422ھ/12 مئی 2001ء
ناشر : مکتبۃ السنۃ

الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی
18- سفید مسجد سولجر بازار نمبر 1 کراچی 74400
فون نمبر 7226509 فیکس: 92-21-241958

انتساب

جدِ محترم

مولانا سید محمد یعقوب مرحوم کے نام

ع

تربیت سے جن کی میں انجم کا ہم قسمت ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ تعالیٰ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان کے لئے اجمالاً اتنا کہنا ہی کافی ہے "اِختَارَھُمُ اللّٰہُ لِصُحْبَۃِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" مگر اظہارِ محبت وحسنِ عقیدت کے طور پر اصحابِ قلم نے فضائل ومزایا کی تفصیلات سے بھی اسلامی لٹریچر کو مالا مال کیا ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس حسنی صاحب ڈائریکٹر اردو ڈکشنری بورڈ کی کتاب "فضائل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ" اس میں ایک اور گرانقدر اضافہ ہے۔ فاضل مؤلف نے مستند مآخذ کے حوالہ سے خلیفہ راشد امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب کی جہات کو دل کش اور شستہ الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اصحابِ خیر کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس مفید اور ایمان وایقان کے گلدستہ کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا سکیں۔

وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

محمد رفیق اثری

دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا

ضلع ملتان

حال فی بیت تلمیذہ محمد افضل۔ بکراتشی

17/2/1422ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصحاب الفضیلہ

رسول اللہ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام پر بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جیسے اور جتنے حواری آپ کو میسر آئے ویسے اور اتنے کسی اور نبی یا رسول کو نہ مل سکے۔ یہ حواری رسول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان جیسی تصدیق واطاعت جاں سپاری وجاں نثاری شاید ہی کسی اور رسول کے حواریوں نے اس کے ساتھ روا رکھی ہو۔

آپ ﷺ نے بھی قدردانی' جاں نوازی اور بخشش وعطا کے دریا بہادئے اور صحابہ کرام کو ایسی بشارتوں اور فضیلتوں سے نوازا کہ اصحاب رسول زمین کا نمک بن کر رہے۔ ان کا عہد خیر القرون قرار پایا۔ آسمان کی نگاہوں نے ان سے زیادہ پاک باز' راست گفتار اور کریم النفس بندے روئے زمین پر نہیں دیکھے۔

جب کبھی آپ ﷺ کسی صحابی کے عمل سے خوش ہوتے' اسے اپنی خوش نودی طبع سے نوازتے۔ اس کے لئے ایسے الفاظ ادا فرماتے جو اسے اپنے ہم جلیسوں اور ہم عصروں میں فخر وامتیاز بخش دیتے۔

چنانچہ احادیث کی کتابیں ایسی روایات سے مزین ہیں جس میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کے کسی عمل پر خوش نودی کا اظہار فرمایا' ان کے بارے میں کلمات خیر ادا فرمائے' ان کو بشارتیں دیں' القاب وخطابات سے نوازا یا امتیاز عطا فرمائے۔

جس شخص کو آپ نے اس طور سے نوازا وہ ارض وسماوات کی تمام مخلوقات کے لئے باعث رشک قرار پایا۔ اور اس کے امتیازات تا قیام قیامت قرار وثبات پا گئے۔

بڑے بڑے حکمرانوں کے عطایا' شاہی فرامین' خطابات والقاب دیمک کی خوراک بن گئے مگر آپ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ ایوان کائنات پر اس طور سے کندہ ہیں کہ قیامت کی ہولناکیاں بھی انہیں فنا نہیں کرسکیں گی اور بالآخر جنت کی ابدی زندگی میں فیصلے بھی انہیں کے مطابق ہوں گے۔

نوازے جانے کے انداز مختلف ہیں۔ کسی کو غلامی میں لیا اور بلال بنا دیا۔ کسی سے دوستی کی اور وہ صدیق اکبر ہو گیا۔ کسی کو متبنیٰ کیا اور زید ٹھہرا دیا۔ کسی پر نگاہ لطف ہے' کسی پر بارش کرم کسی کی جانب التفات ہے تو کسی سے خصوصیت۔ کس پر متبسم ہو کر توجہ فرماتے ہیں تو کسی پر سراپا عطا بن کر۔ غرض عطا و کرم کے دریا ہیں اور ان میں غوطہ زن وہ خوش نصیب جن کو اللہ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری اور اپنی عطا وخوشنودی کے لئے مخصوص فرمایا۔

ان اصحاب میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک امتیاز وفضیلت حاصل ہے۔ ان کے فضائل کثیر ہیں اور کسی دوسرے صحابی کے مناقب حدیث وآثار میں اتنے نہیں ملتے جتنے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔

یہ واقعات احادیث کی مستند کتابوں بالخصوص صحیح بخاری سے اور آثار صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ احتیاطاً ان کے حوالے بھی دے دیئے گئے ہیں۔ البتہ توضیحات میں انداز بیان اس جامع کا ہے اور چونکہ "لذیذ بود حکایت" اس لئے "دراز تر گفتم"۔

یہ نہ کوئی علمی کام ہے اور نہ تاریخ کا کوئی مخصوص مطالعہ اس تذکرے سے غرض ان ہستیوں کا ذکر ہے جن کے ذکر سے بھی رحمت متوجہ ہو جایا کرتی ہے۔

یونس حسنی

29 رمضان المبارک 1421ھ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام: (عبدالکعبہ) عبداللہ

نسب: ابن عثمان (ابی قحافہ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب ابن لوی (قریشی تیمی)

والدہ: سلمیٰ (امیر الخیر) بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیمبن مرہ بن کعب بن لوی

خطاب: ثانی اثنین۔ صدیق، عتیق

پیدائش: 37 سال قبل بعثت (572ء) مکہ

وفات: بعمر تقریباً 63 سال 13ھ م 634ء مدینہ

ازواج واولاد:

- قتیلہ بنت عبدالعزیٰ العامریہ
  - ☆ اسماء زوج زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
  - ☆ عبداللہ
- ام رومان
  - ☆ عائشہ زوج رسول اللہ ﷺ
  - ☆ عبدالرحمٰن
- اسماء بنت عمیس
  - ☆ محمد
- حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ
  - ☆ ام کلثوم زوج طلحہ بن عبیداللہ

فضائل ابو بکر رضی اللہ عنہ

(1)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا ہے جب آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا سوائے پانچ غلاموں' دو عورتوں اور ایک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ تیسیر جلد 5 مناقب 12

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ السابقون الاولون میں سے ہیں۔ وہ جس وقت ایمان لائے تو روئے زمین پر صرف آٹھ مسلمان تھے۔ ان آٹھ میں سے پانچ غلام تھے اور دو عورتیں تھیں اور آزاد مردوں میں صرف اور صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

تصدیق وایمان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ شرف اولیت ایسا ہے کہ اس میں بھی کوئی ان کا شریک نہیں۔ اور وہ امت مسلمہ کے واحد آزاد مرد ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔

البتہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن سات ہستیوں کا ذکر ہوا وہ بھی زمین کا نمک تھے اور وہ یہ ہیں۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ' ابو فکیہہ اور عبید بن زید۔ یہ پانچوں غلام ہیں ایسے غلام جن پر آزاد رشک کرتے اور ان کی سی غلامی کی تمنا کرتے ہیں۔

دو خواتین سیدۃ النساء حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا یا سمیہ

رضی اللہ عنہا تھیں۔

ان سب ہستیوں کو اسوقت رسول کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا جب کوئی آپ ﷺ کی رفاقت کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ان کی رفاقت محض حق کی حمایت کی بنا پر تھی۔نتائج کی امید نہیں۔

(2)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بے شمار ہیں۔ان کی زندگی ایسے واقعات سے پر ہے جو انہیں صحابہ کرام میں ممتاز و متفرد کرتے ہیں اور اسی لئے وہ ''خیر البشر بعد الانبیاء'' کہے جاتے ہیں۔اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت سنئے۔فرماتی ہیں۔

''مجھے جب سے ہوش آیا میں نے اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جس دن آنحضرت ﷺ ہمارے پاس نہ آئیں۔صبح وشام دو وقت تشریف لاتے پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا تو انہوں نے اپنے جلو خانے میں ایک مسجد بنالی اور وہاں نماز اور قرآن پڑھتے۔مشرکوں کی عورتیں کھڑی رہ کر سنا کرتیں اور ان کے بیٹے بھی سنتے اور تعجب کرتے۔اور ابو بکر کو تکا کرتے..........''۔

تیسیر الباری ج 1 ص 232 ایضاج 5 مناقب 245

اس حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے دو امتیازات کا ذکر ہے اور یہ کہ جب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان پایا۔

(3)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو السابقون الاولون میں ہیں ان کی اہلیہ بھی ابتدائی مسلمانوں میں شامل تھیں اور یہ اعزاز جن مسلمانوں کو حاصل ہے وہ طبقات صحابہ میں درجہ اول پر فائز شمار کئے جاتے ہیں۔اور دوسرا امتیاز یہ کہ خانہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ گھرانہ تھا

جس میں آپ روزانہ بلکہ دن میں دوبار تشریف لے جاتے اور اپنے تعلق خاطر کا یوں اظہار فرماتے۔ یہ امتیاز صحابہ کرام میں کسی اور کو اور صدیق کے گھرانے کے علاوہ کسی اور گھرانے کو حاصل نہیں کہ اللہ کا رسول ﷺ اس کے گھر دن میں دو پھیرے کرے۔ واہ رے مقدر!

(4)

حضرت ابوالدرداءؓ سے ایک طویل روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ کپڑوں کا کونا اٹھائے ہوئے اور اپنے گھٹنے کھولے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا۔

''تمہارے صاحب کسی سے لڑ کر آئے ہیں''۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور بیٹھ کر کہنے لگے۔ ''مجھ میں اور ابن خطاب میں کچھ تکرار ہوگئی تھی۔ میں نے جلد بازی میں ان کو سخت سست کہہ دیا۔ پھر میں شرمندہ ہوا اور اپنے اس فعل کی ان سے معافی چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں آپ کے حضور آیا ہوں (کہ آپ ان سے معافی دلائیں) یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''ابوبکر اللہ تم کو معاف فرمائے''۔ اور یہ دعا آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

ادھر عمرؓ بھی اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ بالآخر وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا (اور مزاج شناس صحابہ سمجھ گئے کہ آپ ناگواری محسوس فرما رہے ہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (کہ زیادہ مزاج شناس تھے ڈرے کہ مبادا آپ عمر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوں) چنانچہ مؤدب دوزانو ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! خطا میری تھی، خطا میری تھی۔

اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا (لوگو خوب جان لو) کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا اور تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سچا کہا، میری

تصدیق کی۔ اور اپنی جان اور مال سے میری خدمت کی۔ تو کیا تم لوگ میرے دوست کو ستانے سے باز نہ آؤ گے۔ آپ نے یہ بات دو مرتبہ کہی۔ اس کے بعد کسی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ ستایا۔ تیسیر ج 5 کتاب المناقب 13 ص 11-12

بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ پر نکلتی ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معافی مانگنے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معاف نہ کرنے پر جس قدر اور جس انداز میں برہمی کا اظہار کیا اور جن الفاظ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پذیرائی فرمائی اور ان کی جس صفت کا حوالہ دیا وہ انہیں تمام امت مسلمہ میں معتبر ٹھہراتی ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے اس رویہ اور عمل کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دشمن رسول ﷺ کا دشمن اور ان کو ایذا پہنچانے والا رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والا قرار پاتا ہے۔

(5)

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کی جنگ میں سردار بنا کر بھیجا۔ اس موقع پر وہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو سب لوگوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ سے''۔ انہوں نے عرض کیا مردوں میں؟ آپ نے فرمایا:

''عائشہ کے باپ سے'' اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اسی طرح کئی آدمیوں کے نام لئے۔ تیسیر ج 5 مناقب 14 ص 12 مشکوۃ مناقب 5750۔ متفق علیہ

اس موقع پر بھی آپ نے مردوں میں سب سے زیادہ عزیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی رکھا اور پھر یہ بھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے دو دو فرد اس فہرست میں سرفہرست ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ یہ اعزاز کسی دوسرے گھرانے کو حاصل نہیں۔

(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک روز فرمایا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں ہانک رہا تھا کہ ایک بھیڑیا ایک بکری کو لے کر بھاگنے لگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا۔ بھیڑیے نے چرواہے کی طرف دیکھا اور کہا۔ جانوروں کے دن (جو قیامت کے قریب آئے گا) بکریوں کا چرانے والا میرے سوا کون ہوگا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص نے ایک گائے پر بوجھ لادا اور اسے ہانکنے لگا۔ گائے نے اس کی طرف دیکھا اور کہا میں اس لئے پیدا نہیں ہوئی۔ میں تو کھیتی کا کام کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ حاضرین نے کہا سبحان اللہ (یعنی اللہ کی قدرت دیکھو کہ گائے بولتی ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر وعمر بھی ایمان لائے۔ مشکوٰۃ ج4 مناقب 5779

قدرت خداوندی پر غیر متزلزل ایمان انبیاء کو تو ہوتا ہی ہے۔ آپ نے اپنے ساتھ خصوصاً پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر ان کی کاملیت ایمان کی تصدیق فرمائی اور یوں ایمان میں اکملیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایسی فضیلت ہے جس پر نبی کی مہر تصدیق ثبت ہے۔ مزید یہ کہ اس ایمان کی تصدیق انؑ دونوں کی عدم موجودگی میں فرمائی اس اعتماد کا کیا جواب؟؟؟

(7)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایک بار میں سو رہا تھا۔ میں نے ایک کنواں دیکھا اس پر ایک ڈول رکھا تھا۔ میں نے اس کنویں سے چند ڈول نکالے جتنے اللہ کو منظور تھے۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے۔ مگر ناتوانی کے ساتھ۔ اللہ ان کے اس ضعف کو معاف فرمائے۔ پھر ڈول چرسہ گیا عمر نے اس کو لیا میں نے ایسا شہ زور پہلوان نہیں دیکھا جوان کی طرح کھینچتا ہو۔ اتنا پانی نکالا

کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو حوض سے سیراب کر لیا۔

علمائے حدیث کے خیال میں نبی ﷺ کا یہ خواب خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی پیشن گوئی بھی تھا اوران کی تائید و تصدیق بھی۔ اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی چرس سے کھینچا اور خوب کھینچا مگر ناتواں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسی ڈول سے پانی نکالنے کا شرف حاصل ہوا جس سے نبی ﷺ نے پانی کھینچا تھا۔ یوں ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی سند دربارِ رسالت سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ پیغمبر کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور حجت شرعی بھی۔

(8)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص غرور کی راہ سے اپنا کپڑا لٹکائے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن دیکھنے کا بھی روادار نہ ہوگا۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "(میں کیا کروں) میرا کپڑا چلنے میں ایک طرف کو لٹک جاتا ہے۔ البتہ خاص خیال رکھنے اور مضبوط باندھنے سے شاید نہ لٹکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تو غرور کی راہ سے تھوڑا ایسا کرتا ہے"۔

سبحان اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان کامل کہ رسول اللہ ﷺ کو صرف ان پر اعتماد تھا کہ اگر ان کا کپڑا لٹک بھی جاتا ہے تو ایسا غرور سے ہرگز نہیں ہوتا۔ غرور ایک شیطانی صفت ہے اور ایسی صفت کا ابوبکر سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے؟ خود نبی کریم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمادی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور غرور دو مختلف چیزیں ہیں۔ اور جس پیار اور شفقت کے ساتھ آپ نے یہ فرمایا وہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو محترم و معزز بنائے دیتا ہے۔

(9)

ایک کسی قدر طویل حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی چیز کا جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا مثلاً (دو گھوڑے دو

بکریاں وغیرہ) وہ بہشت کے دروازوں میں سے یوں بلایا جائے گا۔ اللہ کے بندے! ادھر آ' یہ دروازہ بہت اچھا ہے۔

پھر جو کوئی بڑا نمازی ہوگا نماز کے دروازے سے' جو مجاہد ہوگا جہاد کے دروازے سے' اور جو کوئی خیرات کرنے والا ہوگا وہ خیرات کے دروازے سے اور جو کوئی روزہ دار ہوگا وہ روزے کے دروازے سے جس کا نام ''ریان'' ہوگا بلایا جائے گا۔

یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! جو کسی ایک دروازے سے بلایا جائے نقصان تو اس کو بھی کچھ نہیں مگر کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے بلایا جائے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو بھی ان میں سے ہوگا۔

تیسیر ج 5 مناقب 18

جو اللہ کے پیارے بندے جنت کے ہر ہر دروازے سے پکارے جا رہے ہوں گے اور جن کا حق ہوگا کہ وہ جس دروازے سے چاہیں جنت میں داخل ہو جائیں۔ ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوں گے۔ اور ان کی شمولیت کا اعلان بھی اسی دنیا میں کر دیا گیا۔ اسے بھی کل کے لئے اٹھا کر نہیں رکھا گیا۔

(10)

آنحضرت ﷺ کے وفات کے فوراً بعد جب انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر جمع ہوئے اور خلافت کا فیصلہ ہونے لگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار سے کہا کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہئے اور یہ کہ تم عمر اور ابوعبیدہ میں سے جس کو چاہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''تمہارے ہوتے ہوئے یہ کیوں کر ممکن ہے۔ تم ہمارے سردار اور ہم سب میں افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ بھی ہم سب سے زیادہ تم

سے محبت فرماتے تھے"۔ یہ کہہ کر حضرت عمر نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لی۔

یہ ایک ہم عصر اور ہم پلہ صحابی کا اعتراف ہے اور اصل اعتراف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سب میں تم سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ یہی امتیاز خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سبب واقعی ہے۔ تیسیر ج 5 مناقب 19

(11)

محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا "آنحضرت ﷺ کے بعد سب لوگوں میں بہتر کون ہے؟ انہوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ انہوں نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ۔ اب میں ڈرا اور سوچا کہ اگر پوچھوں تو کہہ دیں گے "عثمان" چنانچہ میں نے خود کہا: اور پھر آپ؟ انہوں نے کہا "میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں"۔

تیسیر ج 5 مناقب 20 مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5751

آنحضرت ﷺ کے متعدد اقوال اور پھر تمام اصحاب کے خیال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ خیر امت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے نفسی اور اپنے بارے میں انکسار نے ان کو انسانیت کی کس قدر بلندی پر فائز کر دیا ہے۔

(12)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب بیدایا ذات الجیش میں پہنچے (جو مدینہ کے اطراف کے مقامات ہیں) تو میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ اس کو ڈھونڈھنے کے لئے رک گئے (کیونکہ وہ حضرت اسماء کا ہار تھا۔ مستعار لیا گیا تھا اور واپس کرنا تھا) دوسرے لوگ بھی وہیں ٹھہر گئے۔ اس مقام پر پانی نہ تھا اور لوگوں کے ساتھ بھی پانی موجود نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر لوگ ابوبکر رضی اللہ

عنہ کے پاس گئے اور کہا ''تم دیکھتے ہو یہ عائشہ نے کیا کیا۔ آنحضرت ﷺ اور دوسرے اصحاب کی راہ کھوٹی کی (اور ایسے مقام پر ٹھہرا دیا جہاں وضو کے لئے پانی بھی نہ تھا)

یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تو نے رسول اللہ ﷺ اور دوسرے لوگوں کو ایسے مقام پر روک دیا جہاں پانی میسر نہیں اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔ غرض وہ بہت ناراض ہوئے اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا مجھے برا بھلا کہا میرے پیٹ میں کچو کے دیئے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی نیند میں خلل کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس تکلیف سے ضرور تڑپتی۔ مگر میں اپنی جگہ سے نہ ہل سکی۔ اور آپ ﷺ آرام فرماتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور (وضو کے لئے) پانی میسر نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ: نے آیت تیمم نازل فرمائی۔

اس وقت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا'' اے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خاندان والو! یہ کچھ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے وسیلے سے امت پر برکات نازل فرماتا رہا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں پھر ہم نے اس اونٹ کو جس پر میں سوار تھی (روانگی کی غرض سے) اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا ملا۔ تیسیر ج 5 مناقب 117

سفر میں رکاوٹ بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہوئی مگر اس میں ان کی کوئی غلطی نہ تھی۔ ہار کو ڈھونڈھنا یوں ضروری تھا کہ وہ مانگے کا تھا اور واپس کیا جانا تھا۔ لیکن اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غصہ ہونا اور اپنی بیٹی کو برا بھلا کہنا اور ایک طرح زدوکوب کرنا صرف اس لئے تھا کہ ان کے خیال میں ان کی لاپروائی سے مسلمانوں اور خاص کر حضور اکرم ﷺ کو زحمت اٹھانا پڑی۔ آپ ﷺ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہی محبت اور فدائیت ان کی افضلیت کا سبب ہے۔

اگر یہ زحمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سبب ہوئی تھی تو اس کا ازالہ خود خداوند

قدوس نے فرمایا اور وہ یوں کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہوئی۔ اب اس آیت کے نزول کا سبب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرار پائیں اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بے اختیار پکار اٹھے ''اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں''۔

واقعہ یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کی وجہ سے مسلمانوں پر برکات کا نزول ہوتا رہا۔

(13)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک روز آپ اریس کے باغ میں تشریف لے گئے ابوموسیٰ اشعری آپ کو ڈھونڈتے ہوئے وہیں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور باغ کے دروازے پر بطور دربان جا بیٹھے۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ ہلایا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے کہا ذرا ٹھیرو۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ ابوبکر آئے ہیں اور اجازت باریابی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں بلاؤ اور جنت کی بشارت دو۔ ابوموسیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ''آؤ تمہیں رسول اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت ہے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے داہنی طرف بیٹھ گئے۔ آپ اس وقت ایک کنویں کی مینڈھ پر اس طرح پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح پنڈلیاں کھول کر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

(تیسیر 5 مناقب 23)

پھر عمر آئے اور وہی کچھ دہرایا گیا۔ انہیں بھی جنت کی بشارت ملی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف پاؤں لٹکا کر اور پنڈلیاں کھول کر بیٹھ گئے۔

پھر عثمان آئے۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں آنے دو اور جنت کی

خوش خبری دو مگر ایک ابتلا کے بعد۔ چنانچہ حضرت عثمان بھی آئے مگر جگہ نہ پا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے مینڈھ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔

یہ تینوں حضرات یوں ہی عشرہ مبشرہ میں ہیں مگر یہ بشارت اس پر مستزاد ہے اور ان کے داخلہ جنت کی تصدیق مزید۔

حضرت سعید بن مسیب نے تو اس وقت ترتیب نشست کو ان کی قبروں کی ترتیب جانا اور اس کی یہی تاویل کی۔ ہوا بھی یہی کہ دونوں اصحاب رسول اللہ کے ساتھ اور حضرت عثمان سامنے جنت البقیع میں دفن ہیں۔

(14)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ احد پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ اتنے میں پہاڑ کو جنبش ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "اُحد ٹھہر جا! تجھ پر ایک پیغمبر، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں"۔ تیسیر ج 5 مناقب 26

آپ ﷺ نے پیغمبر کے بعد صدیق کا علیحدہ ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ صدیق کا درجہ شہید سے بلند ہے۔ اس امت میں شہداء کی کمی نہیں البتہ صدیق صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اس اعتبار سے یہ حدیث فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ (بر اصحاب النبی) پر بڑی واضح دلیل ہے۔

(15)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ اور ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں کسی شخص نے پیچھے سے اپنی کہنی میرے مونڈھے پر رکھی اور کہنے لگا۔ "اللہ تم پر رحم کرے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ (یعنی

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیئے جاؤ گے اور انہیں کے ساتھ حشر ہوگا۔ واللہ اعلم) کیونکہ میں اکثر آنحضرت ﷺ سے سنا کرتا۔ (فلاں جگہ) میں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرؓ میں نے یہ کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر نے بھی۔ میں (فلاں جگہ) گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر۔ (یعنی ہر جگہ تینوں شامل رہتے) اسی لئے مجھے امید تھی کہ اللہ تم کو ان کے ساتھ رکھے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کہنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (تیسیر ج 5 مناقب 26)

اس حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو نکلتی ہی ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت پر بھی دال۔ یہ حضرات ایک دوسرے کے فضائل کے اعتراف میں اور اولعزمی کا مظاہرہ فرماتے اور ایک دوسرے کی تعریف کھلے دل سے کرتے۔ اب جو شخص ان اعترافات کو محض رسمی یا دنیا دکھاوا سمجھے وہ آخرت میں اپنے مقام کا خود تعین کر لے۔

(16)

حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷛ سے پوچھا ”کفار مکہ نے حضور ﷺ کو سب سے سخت اذیت کیا دی تھی؟ انہوں نے کہا: ”میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ (کعبہ میں) نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آپ کے پاس آیا اور اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹا۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آن پہنچے انہوں نے عقبہ کو دھکیل دیا۔ آنحضرت ﷺ کو چھڑایا اور کہنے لگے۔ تم ایک ایسے شخص کو ناحق مار ڈالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا مالک اللہ ہے۔ اور وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔

تیسیر 5 مناقب 27

یہ جرأت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت کی جب پوری دنیا میں گنتی کے چند

مسلمان تھے۔ جب خود آپ کا قبیلہ بھی آپ کے ساتھ نہ تھا اور پورے شہر میں کوئی آپ کا معین ومددگار بننے کو تیار نہ تھا۔ اسوقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان ومال اور اثر ورسوخ سے آپ کا دفاع کیا۔ اور ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے۔

(17)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو اپنی کمائی ان کو لا کر دیا کرتا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں سے کھاتے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کھایا غلام کہنے لگا۔ ''آپ جانتے ہیں کہ کس قسم کی کمائی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ کاہے کی تھی؟ غلام نے کہا۔ میں نے جاہلیت کے زمانے میں ایک شخص سے کہانت کی تھی حالانکہ میں اس علم سے پوری طرح واقف نہ تھا۔ میں نے اسے فریب دیا۔ آج وہی شخص مجھے ملا اور اس نے یہ چیز مجھے دی۔ یہ اسی کہانت کی کمائی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر منہ میں انگلی ڈالی اور جو کچھ پیٹ میں گیا تھا نکال دیا۔

تیسیر ج 5 مناقب 182

کہانت کی کمائی اور پھر کہانت میں بھی دغابازی۔ ظاہر ہے کریلا نیم چڑھا تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی اور جلیل القدر انسان اس حرام کو کیوں کر اپنے پیٹ میں رہنا دیتا۔ یہ ان کے مزاج سے مطابقت ہی نہیں رکھتا۔

(18)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب مسلمانوں کو (قریش) سے سخت تکلیفیں پہنچنے لگیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ حبش کو ہجرت کی نیت سے نکلے۔ جب برک الضماد (موضع مکہ سے 5 میل جانب یمن) پہنچے وہاں ابن دغنہ (حارث بن یزید) ملا۔ وہ قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا میری قوم نے

مجھ کو نکال دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیاحت کروں اپنے رب کی عبادت کروں۔

ابن دغنہ بولا: ''واہ ابو بکر! تم ایسے شخص کہیں نکلتے ہیں؟ یا نکالے جاتے ہیں؟ تم تو لوگوں کو وہ چیز مہیا کر دیتے ہو جو ان کے پاس نہیں ہوتی۔ رشتوں کا لحاظ کرتے ہو۔ لوگوں کا بوجھ (قرض) اپنے سر پر اٹھا لیتے ہو۔ مہمان داری کرتے ہو۔ اور جھگڑوں کی صورت میں حق کی مدد کرتے ہو۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ تم مکہ لوٹ چلو اور اپنے شہر ہی میں رہ کر اپنے پرودگار کی عبادت کرو''۔ تیسیر ج 5 مناقب 245

یہ سن کر ابو بکر ابن دغنہ کے ساتھ مکہ لوٹ آئے۔

تم کیوں کہو کہ لال علی ولی کے ہیں
فوجیں پکار اٹھیں کہ نواسے علی کے ہیں

بات تو جب ہے کہ غیر بھی آپ کی خوبیوں کے اعتراف میں پکار اٹھیں۔ ابن دغنہ کافر تھا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خوبیوں سے آگاہ اور ان کا معترف تھا۔ اور یہ بصیرت بھی رکھتا تھا کہ ایسا فرد کسی معاشرے کے لئے سراپا برکت ہوتا ہے۔

ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جن فضائل کا ذکر کیا ان کا ایک آدمی میں جمع ہو جانا ہی اس کی بلندی طبع اور اس کی فضیلت کا سبب ہوتا ہے۔ قرض داروں کا قرض ادا کرنا' رشتہ کے حقوق ادا کرنا' ناداروں اور مفلسوں کی مدد کرنا' مہمانداری کرنا اور حق کی حمایت کرنا انسانی شرف کا سبب ہے اور ابو بکر کی ذات اسی شرف انسانی سے مایہ دار تھی۔

(19)

کتاب المناقب کی اسی طویل حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ ابن دغنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پناہ دینا چاہی اور قریش نے اس شرط کے ساتھ اس پناہ کو تسلیم کر

لیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں جتنی چاہیں نماز پڑھیں اور جس قدر چاہیں تلاوت کریں مگر گھر سے باہر وہ ایسا کوئی کام نہ کریں کیونکہ کافروں کو اپنی عورتوں اور بچوں کے بگڑ جانے کا خطرہ تھا۔ ابن دغنہ نے شرط حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر ہی عبادت کرتے اور تلاوت فرماتے۔ مگر پھر یکایک ان کے دل میں کیا آئی کہ گھر کے باہر صحن میں مسجد بنالی۔ وہیں نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے اور وہ انہیں حیرت اور تجسس سے دیکھا کرتے۔ ادھر ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب تھے۔ قرآن پڑھتے تو آنکھوں کو تھام نہ سکتے۔ (اس کا اثر تماش بینوں پر عجیب ہوتا) یہ دیکھ کر کفار مکہ نے ابن دغنہ کو طلب کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت بتائی اور اپنے اور اس کے درمیان طے پائی والی شرائط پناہ یاد دلا کر مطالبہ کیا کہ یا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ یوں علانیہ عبادت کرنا ترک کر دیں یا تم ان سے اپنی پناہ واپس لے لو کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ توڑنا پسند نہیں کرتے البتہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو علانیہ عبادت کرنے دیں۔

یہ سن کر ابن دغنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ قریش نے کن شرائط کے ساتھ میری پناہ قبول کی تھی۔ اب یا تو تم ان شرائط پر قائم رہو یا میری پناہ واپس کر دو۔ میں یہ پسند نہ کروں گا کہ اہل عرب یہ خبر سنیں کہ میں نے جس کو امان دی تھی اس کی امان توڑ دی گئی۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ارے تو اپنی امان لے جا میں اللہ کی امان پر راضی ہوں''۔ تیسیر ج 5 مناقب 245

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قریش کی شرائط امان تسلیم کر لی تھیں کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں اور قریش اپنے عمل پر عمل پیرا رہیں مگر جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ محض اسلام پر قائم رہنا کافی نہیں اس کی تبلیغ بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ان نازک اور جان لیوا

حالات میں آپ نے معاہدے کے برخلاف گھر کے باہری احاطے یا میدان میں نماز پڑھنا شروع کی اور قرب وجوار کی عورتوں اور بچوں نے اس کا مشاہدہ شروع کیا جس کا نتیجہ وہی نکلنا تھا جو ذہین وفریس قریش نے فوراً تاڑ لیا ان کی عورتوں اور بچوں کے ''بگڑنے'' اور اسلام کی طرف مائل ہونے کے امکانات پیدا ہوگئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معاہدے کی یہ خلاف ورزی بدمعاملگی کے طور پر خدانخواستہ نہیں کی تھی بلکہ یہ ان کا سوچا سمجھا عمل تھا اور وہ معاہدے کو فسخ کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ معاہدے کی خلاف ورزی دراصل اس کے توڑے جانے کے اعلان کے لئے تھی۔ چنانچہ جیسے ہی ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس طرف متوجہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بلا ایک لحہ توقف کے فرمایا: ''ارے تو اپنی امان لے جا میں اللہ کی امان پر راضی ہوں''۔

ایک ایسے وقت میں جب کفار کی سختیاں اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھیں اور سابقین اولین مسلمانوں کے لئے بھی ثبات قدم دشوار ہوگیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مؤمنین پر اپنی شفقت ورحمت فرماتے ہوئے انہیں دار الامن کی طرف ہجرت کی اجازت بھی دیدی تھی۔ اور بہت سے مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت بھی کر گئے تھے۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ثبات قدم اور اپنے لئے عزیمت کی یہ منزل پسند فرمانا ایسا عمل ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی انجام دے سکتے تھے اور ان جیسے فرد کے ہی شایان شان تھا۔

(20)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابن دغنہ کی امان اس وقت لوٹائی تھی جب ابھی نبی کریم ﷺ مکہ میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت بھی نہ ملی تھی اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مکہ چھوڑنے کی توقع نہ تھی۔ کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو تم مسلمانوں کی ہجرت مقام دکھلایا گیا ہے۔ وہاں کھجور کے درخت اور دونوں طرف

پتھریلے میدان ہیں (یعنی مدینہ کے دونوں جوانب جنہیں حرتین کہتے ہیں)

یہ سن کر جن مسلمانوں سے ہو سکا وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور بہت سے وہ مسلمان بھی جو حبش کی طرف ہجرت کر گئے تھے مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اشتیاق سے پوچھا "میرا باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! کیا آپ کو اجازت ملنے کی امید ہے؟" آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔

تیسیر ج 5 مناقب 245

انہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے کی فضیلت حاصل ہونے والی تھی جس میں دوسرا کوئی اور ان کا شریک نہ تھا۔

اسی برکت و شرف کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفر کو موخر کیا اور زیادہ زور و شور سے تیاریاں شروع کیں۔

(21)

اسی دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں جو ان کے پاس تھیں تیار کرنی شروع کر دیں۔ ان کو کیکر کے پتے کھلانے شروع کئے۔ (کیکر کے پتے کھا کر اونٹ خوب تیز اور چاق و چوبند ہو جاتا ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چار ماہ تک اونٹنیوں کو یہی چارہ کھلا کر تیز رفتاری کے لئے تیار کرتے رہے۔

سفر ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک اونٹنی حضور ﷺ کو سواری کے طور پر پیش کرنا چاہی۔ آپ نے اسے قبول فرمایا مگر قیمت ادا کرنے کی شرط پر۔ (ایضاً)

قیمت کی ادائیگی کے باوجود ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ شرف برقرار رہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

کے سفر ہجرت کی سواریاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تیار کردہ تھیں اور ان کی پشت کو دو ایسے مہاجرین سے مزین کیا گیا جن سے بہتر سوار چشم فلک نے کہاں دیکھے ہوں گے؟

(22)

ایک روز دوپہر میں آپ ﷺ خلاف معمول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ انہیں اطلاع ملی کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو سمجھ گئے کہ یقیناً کوئی خاص بات ہے کہ آپ ناوقت زحمت فرما رہے ہیں۔

دروازے پر پہنچ کر آپ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت دی۔ آپ اندر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے لوگوں سے کہو ذرا باہر جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ صدقہ' یہاں ہے کون آپ ہی کے گھر والے ہیں۔ (یعنی حضرت عائشہ اور ام رومان جن سے آپ کی نسبتی رشتہ داری اہل خانہ کی سے ہے) آپ نے فرمایا "مجھے ہجرت کرنے کی اجازت ہو گئی"۔

آپ ﷺ کے لئے سفر ہجرت بڑا اہم تھا۔ آپ ﷺ کو اہل مکہ زندہ نکل جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے آپ کا سفر ہجرت بلکہ ارادۂ ہجرت بھی صیغہ راز کی چیز تھی جسے ہر شخص سے چھپایا جانا تھا اور خاموشی سے سفر شروع کر دینا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی فضیلت ہے کہ ان کے تمام اہل خانہ (ام رومان' حضرت اسماء' حضرت عائشہ' عبداللہ بن ابی بکر یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ تک) ہجرت کے راز سربستہ سے واقف وآگاہ تھے اور اس میں اپنا اپنا کردار بھی ادا کر رہے تھے۔ ایضاً

(23)

جب آپ نے اطلاع دی کہ آپ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے تو حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے نہایت عجز وانکساری اور اشتیاق سے وہ درخواست کی جس کے لئے آپ مہینوں سے تیاری کر رہے تھے۔ عرض کیا "میرا باپ آپ پر صدقے مجھے اپنے ساتھ لے چلیے" آپ ﷺ نے (بلا توقف فرمایا) "ہاں تم ساتھ چلو"۔

اور یوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ شرف بھی حاصل ہو گیا جو صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی یہاں تک کہ حضور ﷺ کے قریبی اعزا کو بھی حاصل نہ ہو سکا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت میں آنحضرت ﷺ کے شریک سفر اور یار غار بنے۔

ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن جعشم کہتا تھا کہ ہمارے پاس قریش کے کافروں کا ایلچی آیا انہوں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر ایک کے قتل کرنے والے یا پکڑ لانے والے کے لئے دیت (سو اونٹ) کا وعدہ کیا تھا۔

یہ آنحضرت ﷺ کے سفر ہجرت کا موقع تھا۔ آپ تین روز غار ثور میں چھپے رہے اور پھر ساحلی راستے سے مدینے کیلئے روانہ ہوئے۔ اہل مکہ کو آپ کے یوں نکل جانے کا بڑا قلق تھا۔ وہ تین دن تک آپ ﷺ کو دور دور جا کر دیکھ آئے اور بالآخر آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے یا ان کو زندہ پکڑ لانے والے کے لئے سو اونٹ کی دیت مقرر کی۔ (ایضاً)

اس سفر میں رہبر کے علاوہ آپ کے تنہا رفیق سفر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اہل قریش نے ان کے قتل یا گرفتاری کیلئے بھی اسی قدر دیت مقرر کی جتنی خود حضور کی۔ گویا کفار کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ انتہائی اہم آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ وہ ان کو بھی اپنی گرفت سے باہر جاتے نہ دیکھ سکتے تھے۔ اور ان کی دیت بھی رسول اللہ ﷺ کے برابر مقرر کر کے کفار نے بھی آپ کی عظمت وفضیلت کا اعتراف کیا۔ ابوقحافہ کے بیٹے کی دیت رسول اللہ ﷺ کے برابر!

دیکھنے کی جائے ہے!!

(24)

اسی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی عمرو بن عوف کے محلے میں جا اترے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں سے ملنے لگے اور آنحضرت ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ کئی انصاریوں نے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو پہلے نہ دیکھا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (آنحضرت ﷺ سمجھ کر) سلام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اپنی چادر کا آنحضرت ﷺ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کو پہچان لیا۔ (ایضاً)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے عمر میں دو ڈھائی سال چھوٹے تھے لیکن ان کے بال شاید قبل از وقت سفید ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی بزرگی اور چہرہ کی متانت کے باعث لوگوں نے قیاس کیا کہ یہی رسول خدا ﷺ ہیں۔

گویا قحافہ کے بیٹے کے چہرے مہرے میں وہ بات تھی کہ ایک ناآشنا شخص ان کو پیغمبر پر قیاس کر سکتا تھا۔ یہ وہ رونق تھی جو ان رضی اللہ عنہ کے کردار' فدائیت' اور صدیقیت نے چہرے پر پیدا کی تھی۔ بھلا کیا اعزاز ہے کہ ناآشنا لوگ انہیں پیغمبر سمجھ کر سلام کرنے لگیں۔ یہ انہیں کا اعزاز ہے کہ کبھی انہیں پیغمبر قیاس کیا گیا۔

(25)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سفر ہجرت کے دوران) آنحضرت ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے اور سفید ریش تھے اور آنحضرت ﷺ جوان نظر آرہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگ پہچانتے اور آنحضرت ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے۔ راستے میں کوئی راہگیر شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا کہ یہ تمہارے آگے کون شخص بیٹھا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب دیتے۔ ایک شخص ہے جو مجھے راہ دکھاتا ہے۔ بخاری ج 5 مناقب 250

اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کی تھیں اور دونوں سفر ہجرت میں شامل تھیں مگر شاید ایک پر عامر بن فہیرہ اور خریت بیٹھ جاتے ہوں اور ایک پر یہ دونوں حضرات۔ بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان چند اصحاب رسول ﷺ میں شامل ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر سوار ہوئے۔ (مناقب 250 بخاری ج5)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ تاجر تھے اس لئے تاجروں اور گردونواح کے لوگوں میں معروف تھے اس لئے راہ گیر جو ملتے وہ ان کے شناسا ہوتے اور آپ ﷺ کی بابت سوال کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب ایک طرف عربوں کی روایتی بلاغت کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف اس یقین کامل اس صدیقیت اور فداکاری اور صداقت کا مظہر ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ ہے۔ ایک شخص ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے۔ اس جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساری شخصیت اور ان کا تمام کردار سمٹ آیا ہے۔

(26)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے بال سفید نہ تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر مہندی اور کتم کا خضاب کیا ہوا تھا۔

بخاری ج5 مناقب 257

گویا ہجرت کے وقت آپ کے اصحاب میں عمر کے لحاظ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے۔ اور عمر رسیدگی اسلام میں اسباب بزرگی میں سے ایک شمار کی جاتی ہے۔ یہ اس لئے بھی قابل لحاظ ہے کہ نوجوانی یا جوانی میں کسی عقیدے کو قبول کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے جبکہ پختہ عمری میں اپنے عقائد کا ترک بڑا دشوار ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خاصی پختہ عمری میں اسلام قبول کیا جو آپ کی فطری راست روی کی دلیل ہے۔

(27)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ان کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کلب کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کو ام بکر کہا جاتا تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہجرت کی تو اسے طلاق دیدی۔ پھر اس کے چچازاد بھائی (ابوبکر بن شداد بن اسود) نے اس سے نکاح کرلیا۔ (جنگ بدر کے موقع پر مقتولین مکہ کے رثاء کے طور پر اس نے چند اشعار لکھے تھے جو حدیث میں روایت کئے گئے ہیں)

تیسیر بخاری ج5 مناقب 268

ہجرت کے موقع پر ام بکر نے شاید ہجرت کرنا پسند نہ کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو وہیں موقع پر طلاق دیدی اور پھر

ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اس نے اپنے عم زاد سے نکاح کیا جو مقتولین کافرین بدر کا مرثیہ خواں ہوا۔

اس طلاق سے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راست روی اور ان کا ہر اقدام میں اسلام کو پیش نظر رکھنے کی عادت مبارکہ واضح ہوتی ہے۔ اللہ کی خاص عنایت تھی کہ وہ رضی اللہ عنہ جو قدم اٹھاتے اسلام کے مفاد اور اس کی تعلیمات کے مطابق ہوتا اور یہ مرتبہ بلند ہر ایک کو تو کیا خاصان امت کو بھی نصیب نہیں۔

(28)

حضرت انس رضی اللہ عنہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں کوہ ثور پر غار میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے سر جو اٹھایا تو مشرکوں کے پاؤں دیکھے (وہ ہمارے سروں پر کھڑے ہم کو ڈھونڈھ رہے تھے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنی نگاہ نیچے کی تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ

نے فرمایا ابوبکر خاموش رہ! ہم دو ایسے ہیں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔

تیسیر ج5 مناقب 259

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایسا اعزاز ہے جس میں ایک بار پھر امت کا کوئی فرد شامل نہیں۔ وہ غار ثور میں دو میں کے دوسرے تھے۔ وہ ایسے دو میں شامل تھے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تھا۔ اور ان کے ساتھ اللہ کے ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اور جن کے ساتھ اللہ اس طرح تیسرا بن جائے پوری کائنات کی قوتیں بھی مل ملا کر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

یہ اعزاز محض ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہونا تھا۔

(29)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ بلاؤ اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور اپنے بھائی کو تا کہ میں ایک تحریر کرا دوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کل کوئی آرزو کرنے والا آرزومند ہو یا کہنے والا کہے کہ میں (مستحق) ہوں اور کوئی نہیں۔ مگر انکار کرے گا اللہ تعالیٰ اور مؤمنین (ہر کہنے والے اور ہر آرزومند کے بارے میں) سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ رواہ مسلم

مشکوٰۃ ج4 مناقب 5748

اگرچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور جانشینی رسول مکرم کے لئے دیگر متعدد اشارے اور قرائن موجود ہیں مگر یہ حدیث اس سلسلہ میں بالکل واضح اور ایک طرح وصیت کی حیثیت رکھتی ہے کہ آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے فرمان تحریر فرما دیں۔ اس حدیث کا آخری حصہ بڑا معنی خیز ہے کہ اگر کوئی دعویٰ کرے یا آرزو کرے تو مومنین صالحین کا اجتماعی مزاج بجائے خود اس کو گوارا نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اسے پسند نہ فرمائے گا اس لئے اسی کا ارادہ غالب رہا اور مومنین صالحین نے

اس فیصلے پر بھی ناگواری محسوس نہ کی۔

اس لئے خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سارے دعاوی اور ارادوں کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا کہ اگر حضور ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت تحریر نہ فرما سکے تو مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی نے اپنا فیصلہ کر دیا' تو آنحضرت ﷺ کی مرضی اور اللہ کی رضا کے عین مطابق تھا۔

(30)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم عہد رسالت میں کسی کو نبی کے برابر نہیں کیا کرتے تھے پھر کسی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں قرار دیتے تھے۔ پھر کسی کو عمر رضی اللہ عنہ کے برابر قرار نہ دیتے تھے اور بعد کو عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر قرار نہیں دیتے تھے اور پھر چھوڑ دیتے اصحاب نبی ﷺ کو کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے۔

ابوداؤد میں یہ وضاحت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5752

گویا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اللہ ﷺ کے بعد دین میں فوقیت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اولیت دیتے تھے اور دوسرا نمبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تیسرا نمبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکر دیگر صحابہ کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیتے۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عہد صحابہ میں بالاتفاق اول الاصحاب قرار پائے۔

(31)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو ہم پر ایسی دین نہیں جو ہم نے اتار نہ دی ہو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عطا کے۔ پس ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

اور مجھے کسی کے مال سے ایسا نفع نہیں پہنچا جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال سے پہنچا۔ اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن آگاہ رہو کہ تمہارا صاحب خدا کا دوست ہے۔

ترمذی مشکوۃ ج 4 مناقب 5753

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری ﷺ کے حوالے سے گزر چکی ہے اور وہاں اس کی وضاحت ہے کہ یہ الفاظ آپ نے اپنی وفات سے قبل فرمائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انسانوں میں وہ شرف عطا کر دیا جو کسی اور کے مقدر میں نہیں۔

(32)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں بہترین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرفراز ہیں۔

ترمذی مشکوۃ ج 4 مناقب 5754

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین فضائل بیان فرمائے ہیں۔

وہ ہمارے سردار ہیں

ہم میں بہترین ہیں اور یہ کہ

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فضیلت کے حامل ہیں۔

اور یہ آخری چیز اپنی لذت میں کیسی نادر ہے؟ اس کی تمنا کی جاتی ہے اور اس کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی بھی کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جیسی محبت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے وہ کسی اور کے حصے میں کہاں آئی؟

(33)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کہ تو میرا یار ہے غار میں، یار ہوگا میرا حوض (کوثر) پر۔

ترمذی بحوالہ مشکوۃ مناقب 5755

سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غارِ ثور، قبر اور محشر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھی ہیں۔ اس اعزاز میں امت کا کوئی فرد پوری طرح شریک نہیں یہ ان رضی اللہ عنہ کی انفرادیت اور خاصیت خاصہ ہے اور یہ وہ بلند مقام ہے جو ان رضی اللہ عنہ کے خیر امت ہونے پر دال ہے۔

(34)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی قوم (گروہ) کے لئے جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں لازم ہے کہ وہی ان کی امامت کرے۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5756

، آپ ﷺ کا یہ ارشاد خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اتنا واضح ہے کہ اس کے بعد کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں رہتی اسلئے اہل اسلام ان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوئے اور کوئی معترض نہ رہا۔

(35)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (رحلت سے قبل ایک روز) رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تو فرمایا "اللہ پاک نے ایک بندے کو اختیار دیا چاہے دنیا میں رہے چاہے جو اللہ کے پاس ہے اسے اختیار کرے۔ اس نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے" یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو اختیار دیا اور اس نے دنیا اور آخرت میں سے آخرت کو پسند کر لیا تو اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا غرض اور وہ کیوں روتے ہیں۔ بعد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ آپ ﷺ جس بندے کا ذکر فرما رہے تھے وہ خود آپ ﷺ تھے۔ اب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے منشا کو فوراً سمجھ گئے۔ اسی دوران رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ

عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ''ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ رو'' پھر فرمایا اور جو کچھ فرمایا اس نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روئے زمین پر موجود تمام انسانوں سے زیادہ معتبر اور ممتاز کر دیا۔ فرمایا ''انسانوں میں سے کسی کے جان' مال اور محبت کا احسان مجھ پر اتنا نہیں جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن دوستی اسلام کی اچھی ہے''۔

اللہ اکبر! ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نصیب کہ اللہ کا رسول ﷺ ان کے احسانات کا اعتراف کر رہا ہے اور یوں کر رہا ہے کہ اس کو دنیا کا برگزیدہ ترین انسان بنائے دیتا ہے اور پھر اس کی غیر معمولی فدائیت پر انعامات کی بوچھاڑیں ہوتی ہے۔ ''دیکھو مسجد (نبوی) میں کسی (گھر) کا دروازہ کھلا نہ رہے۔ سب بند کر دیئے جائیں البتہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہے''۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا ہے یہ اعزاز دنیا میں کسی شخص کو حاصل ہوا؟ تیسیر الباری ج 1 مناقب 244 مشکوٰۃ جلد 5 مناقب 5746

(36)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے (جہاد کے لئے مال دینے) کا حکم دیا اور آپ ﷺ کا یہ حکم میرے لئے بڑے موافقت میں تھا کہ اس دن میرے پاس مال کثیر تھا۔ میں نے کہا (دل میں) کہ آج کے دن میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا اگر ان پر سبقت لے جانا ممکن ہوا آج کے دن۔ چنانچہ میں (اس مال کثیر کا) نصف مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تو نے اپنے عیال کے لئے کیا باقی چھوڑا؟''۔ میں نے عرض کیا: ''اتنا ہی''۔ اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ (بھی آئے) اور جو کچھ ان کے پاس تھا لے آئے۔ آپ نے پوچھا: ''اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا؟'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا: ''ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے'' میں نے دل میں کہا: ''میں کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت نہ لے جاسکوں گا''۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5757

یہ ایک دل چسپ واقعہ اور لطیف کیفیت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس دن بڑا مال تھا اور ان کے خیال میں اس کا نصف بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عطیہ سے زیادہ ہونے کا امکان تھا۔ یہ فطری خیال تھا کہ آج داد و دہش میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بازی لے جاؤں گا۔ مگر اے وائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن کی اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی کوئی تھاہ نہ تھی اپنا سارا مال و اسباب' ہر قابل استعمال چیز لے کر آگئے اور گھر میں اہل وعیال کے لئے صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آئے۔

اسلام کے لئے یہ شیفتگی اور یہی ایثار تھا جس نے ان کو خیر الاصحاب بنا دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعتراف کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کبھی سبقت نہ لے جا سکوں گا جہاں ان کی وسعت القلبی اور اعتراف حق کی دلیل ہے وہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی تصدیق بھی ہے۔

(37)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تو اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کردہ ہے'' اور اس روز سے ان کا نام ابوبکر عتیق ہوگیا۔

مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5758 بحوالہ ترمذی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یوں تو عشرہ مبشرہ میں ہیں اور جیتے جی جنت کی بشارت کے حامل ہیں مگر دخول جنت بلا عذاب النار کی ضمانت اس حدیث سے مزید حاصل ہو رہی ہے اس کی بھی بشارت ہے کہ آخرت میں جہنم کی آگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھو نہ سکے گی۔

(38)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کے لئے (قیامت کے دن) زمین شق ہوگی۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں بقیع (قبرستان) کے پاس آؤں گا اور (اہل بقیع) میرے ساتھ جمع ہوں گے۔ اور میں انتظار کروں گا اہل مکہ کا یہاں تک کہ جمع کیا جاؤں گا میں حرمین کے درمیان۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5759 بحوالہ ترمذی

گویا قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ پہلے شخص ہوں گے جو قبر سے اٹھائے جائیں گے اور اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

اگر یہ صورت حال صرف امت مسلمہ کے لئے ہی محدود سمجھی جائے تو امت مسلمہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہوں گے جو حضور ﷺ کے بعد اٹھائے جائیں گے۔ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور ہجرت اور قبر اور حشر میں برقرار رہے گی اور آپ دو میں کے دوسرے ہر جگہ اور ہر موقع پر رہیں گے۔

(39)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت (جنت میں) داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کاش میں اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ اس دروازے کو دیکھ سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگاہ ہو اے ابوبکر! کہ تو ان لوگوں میں کا پہلا ہوگا (میری امت سے) جو اس دروازے سے داخل ہوں۔ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5760

گویا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت مسلمہ میں وہ پہلے شخص ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے اور پوری امت میں سابقیت ایمان میں سبقت کے باعث ہوگی۔ بہرحال اہل

اسلام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دنیا و آخرت ہر دو عالم میں سبقت و امتیاز حاصل ہے۔

(40)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا اور وہ رو پڑے اور بولے۔ کاش میری تمام زندگی کے دنوں میں کوئی عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کے عمل اور میری ساری زندگی کی راتوں میں کوئی ایک رات ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات کے عمل کی طرح ہوتا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات وہ رات تھی جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر ہجرت میں تھے۔ دونوں غار (ثور) پر پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم ہے آپ غار میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہوں گا تاکہ اگر اس میں کوئی ضرر رسانی ہو تو آپ ﷺ اس سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس کو جھاڑا پونچھا۔ غار کے ایک جانب کئی سوراخ تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تہ بند پھاڑا اور اس کے چیتھڑوں سے سوراخوں کے منہ بند کئے۔ پھر بھی دو سوراخ بچے رہے جن پر انہوں نے اپنے پاؤں رکھ دیئے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اندر بلایا۔ آپ داخل ہوئے اور سر مبارک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر آرام فرمایا۔ (اس دوران) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں (کسی زہریلے جانور نے) کاٹ لیا۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنبش نہ کی کہ مبادا آپ جاگ اٹھیں۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو آپ کے چہرہ مبارک پر گرے۔ آپ ﷺ (آنسوؤں کی نمی محسوس کر کے جاگ پڑے اور) فرمایا: ابوبکر تجھے کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا مجھے (کسی موذی جانور نے) کاٹ لیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن (ڈسنے کی جگہ پر) لگا دیا اور تکلیف جاتی رہی۔ (بعد میں) اسی زہر نے رجوع کیا اور ان کی موت کا سبب یہی زہر ہوا۔

(اور ان کے دنوں میں اس دن کا عمل) جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی بعض عرب (لوگ) مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکاری ہوئے۔ (ان کے انکار پر) ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی جو زکوٰۃ میں دیتے تھے اسے بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ اس موقع پر میں نے کہا: اے خلیفہ رسول! لوگوں سے محبت اور نرمی کا برتاؤ کرو۔ (یہ سن کر) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تو زمانہ جاہلیت میں شجاع تھا اور اب نامرد ہو گیا ہے زمانہ اسلام میں۔ سن لو کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین مکمل ہو گیا۔ اب کیا میں دین کو ناقص رہنے دوں درآں حالیکہ میں زندہ ہوں۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5761

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت کی اس رات میں جو غار ثور میں گزری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور حفاظت کے لئے اپنی جان کی جس طرح بازی لگائی اور اللہ کے رسول ﷺ کو کسی ممکنہ ضرر سے بچانے کے لئے جو انسانی مساعی کیں اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد وہ دن جب آپ رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف سخت موقف اختیار کر کے اسلام کے ایک رکن ہی کی نہیں پوری اسلامی عمارت کی جس طرح نگہبانی کی صرف ان دو دنوں کے یہ اعمال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی پوری زندگی پر بھاری نظر آتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں اعمال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت' جاں نثاری اور فہم اسلام میں ان کی سابقیت وانتہائے فہم کی پاسداری کرتے ہیں اور معلوم ہوجاتا ہے کہ ان رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا جان نثار اور صدیق دوسرا نہیں اور آخری عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کو جس طرح اور جتنا سمجھتے تھے اتنا فہم کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اسلام کی مزاج دانی ان پر گویا ختم ہے۔

(41)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہشتی اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی بہت روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ اور

بلاشبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اہل علیین میں ہوں گے اور کیا خوب (ہوں گے) مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5781

علیین جنت کا اعلیٰ ترین اور بہترین طبقہ ہوگا اتنا بلند کہ اہل جنت بھی اس کو تارے کی مانند دیکھیں گے۔ سر اٹھا کر دوری پر نظر کر کے اور روشن ومنور ایسا کہ روشن ستارے کی طرح نظر آئے۔ اور اہل جنت اس ''منزل مقصود'' پر نظر ڈالا کریں گے۔ جنت کے اس اعلیٰ ترین طبقے میں حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہوگا۔ ہر دو اصحاب کو یہ فضیلت حاصل ہے ان کا جنتی ہونا تصدیق شدہ ہے ہی' یہ بھی دنیا ہی میں طے ہو گیا کہ جنت کے اعلیٰ ترین طبقے علیین کے مستحق ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم۔

(42)

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ادھیڑ عمروں کے سردار ہوں گے (اور یہ سرداری) ان کے پہلوں اور ان کے بعد آنے والوں (پر محیط) ہوگی۔ سوائے نبیوں اور پیغمبروں کے۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5782

یہ بشارت بھی دنیا ہی میں ہر دو اصحاب کے حین حیات دیدی گئی کہ انبیاء ورسل کو چھوڑ کر ابتدائے افرینش سے اختتام دنیا تک جتنے بھی ادھیڑ عمر لوگ ہو گزریں گے ان کے سردار ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ گویا کسی نبی ورسول کا امتی اس اعزاز میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی برابری نہ کر سکے گا اور یہ فخر محض امت محمدیہ کے حصے میں آئے گا۔

(43)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں کہ میری کتنی زندگی تمہارے درمیان رہ گئی ہے۔ پس میرے بعد پیروی کرو ابوبکر رضی

اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5783

گویا آپ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی امت کو ان دو اصحاب کی (اپنے بعد) اتباع کی ہدایت فرمائی۔ پورے اصحاب رسول میں سے اتباع کے لئے جن دو اصحاب کو منتخب فرمایا گیا وہ یقیناً امت کے بہترین ہی (من حیث الجموع) ہوں گے۔

(44)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی سر نہ اٹھاتا تھا۔ یہ دونوں رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے (یہ حدیث غریب ہے) مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5784

صحابہ کرام مارے ادب کے آپ کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے اس میں استثنا صرف حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اور یہ کچھ جسارت نہ تھی بلکہ تخصیص و فضیلت تھی وہ بھی مسکراتے اور آپ ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔
یہ تخصیص ہی ان کی فضیلت ہے گویا ہماری زبان میں منہ چڑھے تھے۔

(45)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز نکلے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ (بھی)۔ دونوں میں سے ایک (آنحضرت) کے داہنے طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف۔ اور آنحضرت دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5785

ان دونوں حضرات کا یہ بھی اعزاز ہے کہ قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس

طرح اٹھائے جائیں گے کہ آنحضرت کے دائیں بائیں ہوں اور ان کے ہاتھ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ہوں۔اس اکرام کا کیا ٹھکانہ ہے۔

(46)

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں بمنزلہ سماعت وبصارت ہیں۔

مشکوٰۃ ج4 مناقب 5786

اس حدیث کے کئی مفاہیم ہو سکتے ہیں۔یعنی اگر امت ایک جسم ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس کی آنکھیں اور کان یا سماعت وبصارت ہیں کہ اس کے بغیر امت دیکھنے اور سننے سے محروم سمجھی جائے۔

دوسرا مفہوم خود رسول اللہ ﷺ کی ذات کے حوالے سے یہ ہو سکتا ہے کہ یہ میرے سمع وبصر ہیں کہ ان کے ذریعہ میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔جیسا کہ وزیروں کے ذریعہ حکمران اور بادشاہ مطلع رہتے ہیں۔اس صورت میں ان کا یہ اعزاز بھی نکلتا ہے کہ دونوں بمنزلہ وزراء کے ہیں۔

ہر دو صورت میں دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کو امت مسلمہ میں جو خاص امتیاز و فضیلت حاصل ہے اس کی نشاندہی ہوتی ہے۔

(47)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبریل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مشکوٰۃ ج4 مناقب 5787

اس حدیث سے سابقہ حدیث کی توثیق وتصدیق بھی ہوتی ہے اور وضاحت بھی۔

(48)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک ترازو اتری ہے اس میں آپ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو آپ غالب آئے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ غالب رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تولے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ غالب آئے۔ پھر ترازو اٹھالی گئی۔

آپ ﷺ یہ خواب سن کر غمگین ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت نبوت ہے پھر دے گا اللہ تعالیٰ ملک جس کو چاہے گا۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5788

گویا خلافت نبوت کی ترتیب یہ رہے گی ابو بکر رضی اللہ عنہ 'عمر رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔ مگر ترازو کے عمر رضی اللہ عنہ کے تولے جانے کے بعد اٹھالئے جانے کے معنی یہ ہوئے کہ خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ کی مدت دور عمر رضی اللہ عنہ پر ختم ہوجائے گی اور اس کم مدتی پر ہی آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ واللہ اعلم

(49)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) نبی ﷺ نے فرمایا کہ (ابھی) آئے گا تمہارے پاس ایک شخص اہل جنت سے۔ (آپ کے یہ فرمانے کے بعد) ابو بکر رضی اللہ عنہ (اس مجلس میں) آئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا آئے گا تمہارے پاس ایک شخص اہل جنت سے (اور فوراً ہی) عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ مشکوٰۃ ج 4 مناقب 5789

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ آنے والا جو بھی ہوگا اہل جنت سے ہوگا اور آپ کے فرمانے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ گویا یہ دونوں کے

جنتی ہونے کی بشارت ہے۔اور ہر دو اصحاب کے لئے ایسی بشارت واحد نہیں۔

(50)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ (ایک) چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا کہ میں نے ناگہاں پوچھا: یارسول اللہ! کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں گی؟ فرمایا ہاں! وہ عمر ہے۔
میں نے پوچھا: کیا حال ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا۔آپ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کی مانند ہیں۔

مشکوۃ ج 4 مناقب 5790

یہ چاندنی رات تھی ستارے بکھر ہوئے اور روشن ہوں گے۔آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور وسیع آسمان میں ستاروں کے تعداد دیکھ کر معاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کر دیا کہ کسی انسان کی نیکیاں تعداد میں اتنی ہو سکتی ہیں اور جواب ملا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہوں گی تو فطری طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو اپنے والد محترم کا خیال آیا ہوگا۔ کہ اس مجسم نیکی کا ذکر اس موقع پر کیوں نہ فرمایا اور جو جواب ملا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کے "کارواں" کی "منزل مقصود" بنائے دیتا ہے۔ان کی ایک ہی نیکی جوہر کے اعتبار سے آسمان کے تاروں سے زیادہ وزن کی ہوگئی۔رضی اللہ عنہ

(51)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیکھا یا گیا میں خواب میں آج کی رات ایک مرد صالح۔گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ لٹکائے گئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور عمر رضی اللہ عنہ لٹکائے گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور عثمان لٹکائے گئے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے

پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا مرد صالح تو رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق خود آپ ﷺ ہیں اوران میں بعض کا بعض کے ساتھ اتصال یہ معنی رکھتا ہے کہ یہ والی ہیں اس کام کے کہ جس کام کیلئے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ (ابوداؤد) مشکوۃ ج 4 مناقب 5707

گویا رسول اللہ ﷺ کی بعثت نبوت کے کام کو تکمیل تک پہنچانے اوراس کے نمونے کو زندہ اور قائم رکھنے کے لئے یہ تینوں اصحاب منتخب فرمائے گئے ہیں۔ ان تینوں نے خلافت علیٰ منہاج النبوت کا فرض انجام دیا اور اپنے عہد کو انسانی تاریخ کا زرین عہد (بعد عہدِ رسالت) بنادیا۔ رضی اللہ عنہم۔

(52)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان واسلام میں ہی سابق نہ تھے تبلیغ واشاعت اسلام کے معاملے میں بھی وہ بڑے مستعد اور بہت فعال رہے جولوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ایمان لائے ان میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور (آگے چل کر) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ یہ سب حضرات سابقین الاولین اوران میں سے پانچ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

(بحوالہ ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از حسین ہیکل ص 35-36 اسد الغابہ ترجمہ عبدالشکور فاروقی ج5 ص 380)

اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تمام کارناموں کو نظر انداز کردیا جائے تو اسلام کے لئے ان کی یہ خدمت ہی ان کا اعزاز رہے گی کہ ان کی معرفت اسلام کو ایسے جلیل القدر اور رفیع الدرجات صحابی میسر آئے جن میں کا ہر شخص عظمتوں کا پہاڑ ہے

(53)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اولین مسلمانوں میں تھے بلکہ کہنا چاہئے کہ دنیا کے پہلے

مومن مرد تھے۔ اور معاملہ صرف سبقت کا نہیں تھا استعداد کا بھی تھا عبداللہ بن حصین تمیمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جس کو اسلام کی طرف بلایا کچھ نہ کچھ تامل ضرور کیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ میں نے جس وقت ان سے ذکر کیا انہیں (ایمان لانے میں) کچھ بھی تردد نہیں ہوا۔ اسدالغابہ ج 5 ص 281

گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے پکا ہوا پھل تھے کہ چھوا اور ٹپک پڑے۔

یوں بھی سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کسی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اسلام میں تقدم حاصل نہیں۔

(54)

محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بدر میں اور احد میں اور خندق میں اور حدیبیہ میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا بڑا جھنڈا تبوک کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا۔ جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا۔ خیبر کے دن ان کو رسول خدا ﷺ نے سو وسق عنایت فرمائے تھے۔ اسدالغابہ ج 5

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں تھے جو احد اور حنین کے دن جب کہ لوگوں کے قدم پیچھے ہٹ گئے رسول خدا کے ہم راہ ثابت قدم رہے۔ اہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں رسول خدا ﷺ کے پیچھے نہیں رہے۔

(55)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، اور عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، اور علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنت

میں ہیں' سعید بن زید رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں' اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ مشکوٰۃ ج 4 ص 469 اسدالغابہ ج5 ص 288

یہ عشرہ مبشرہ ہیں جن کی جنت کی بشارت دنیا ہی میں دیدی گئی اور اسلوب بھی یہ اختیار نہیں کیا گیا کہ یہ جنت میں جائیں گے بلکہ عین ان کی عین حیات میں فرما دیا گیا کہ یہ جنت میں ہیں۔ جنت ان کا مقدر ہو چکی اس بشارت کے بعد ان حضرات رضی اللہ عنہم نے زندگی جس احتیاط اور تقوی سے گزاری وہ آدم سازی کا ایسا محیر العقول کارنامہ ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں ملتی ہی نہیں۔

(56)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) جبریل نبی ﷺ کے پاس وحی لے کر آئے اور کہا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ عتیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیجئے کہ میں ان سے راضی ہوں۔

اللہ اکبر! جبریل محض اللہ کی رضا کی خوش خبری سنانے کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ کسی بندے کی تالیف قلب کا یہ اہتمام اس کی عظمت و بزرگی پر دال ہے تو دوسری طرف اسے خوش بختی کی انتہا پر پہنچائے دیتا ہے۔

(57)

ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق سب مسلمانوں کو اپنے عتاب سے ڈرایا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ اس کے مخاطب نہ تھے۔ اور فرمایا:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (سورۃ التوبۃ)

"اگر تم نبی کی مدد نہ کرو (تو کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے ان کی مدد کی جب کافروں نے

انہیں نکالا۔ نبی کے ہمراہ ایک اور تھا جب وہ دونوں غار میں تھے"

اس آیت کے مخاطب تمام مومنین وقت ہیں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ تو خود اس وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور آیت میں ان کی اس ہم دوشی کو توصیف کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے اور تمام مومنین صالحین میں ان کو یہ فوقیت عطا فرمائی۔

(58)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج تم میں سے کون روزے دار ہے؟ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں" آنحضرت ﷺ نے پوچھا آج تم میں سے کس نے صدقہ دیا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے۔ آپ ﷺ نے پوچھا آج تم مین کون جنازے میں شریک ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ سب باتیں ایک دن میں کرے اس کے لئے جنت واجب ہے یا فرمایا کہ وہ بخش دیا جائے گا۔ اسد الغابہ جلد 5 ص 291

روزہ رکھنا' صدقہ دینا' شرکت جنازہ اور طعام مسکین اگر کوئی بیک روز کرے تو مستحق جنت ہے۔ صحابہ کرام کی اس مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور ایسا نہ تھا جس کے پاس یہ چاروں نیکیاں ایک دن میں جمع رہی ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بشارت جنت کی دیگر احادیث کے ہوتے ہوئے یہ حدیث یوں اہم ہے کہ بندے کو اللہ کی بخشش کا مستحق بنانے والی چاروں باتیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھیں اور منتخب روزگاراں کے مجمع میں بھی وہ اس امتیاز سے سرفراز تھے۔

(59)

ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں

کون شخص لوگوں کو فتوے دیتا تھا۔ انہوں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دونوں کے علاوہ میں کسی اور کو نہیں جانتا۔ اسد الغابہ جلد 5 ص 292

گویا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم اور اسلام سے آگاہی کا یہ عالم تھا کہ دور رسالت میں بھی یہ اصحاب فتویٰ دیتے تھے۔ گویا نیابت رسول کا فریضہ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی ادا کرتے تھے۔

(60)

زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ (اپنے دورِ خلافت میں) ایک مرتبہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو شہد کا شربت ان کے سامنے لایا گیا۔ جب وہ اسے اپنے منہ کے پاس لے گئے تو اسے ہٹا لیا اور رونے لگے ان کے اصحاب بھی رونے لگے پھر وہ سب تو خاموش ہو گئے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ روتے رہے بلکہ شدت گریہ ہو گئی اور لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ان کے رونے کا سبب بھی معلوم نہ کر سکیں گے۔ (تھوڑی دیر بعد) جب وہ خاموش ہوئے تو حاضرین نے پوچھا: اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کیوں روئے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کسی چیز کو ہٹا رہے ہیں حالانکہ وہاں کوئی چیز نہ تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے جسے آپ ہٹا رہے ہیں حالانکہ میں یہاں کوئی چیز نہیں دیکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دنیا ہے میرے پاس آئی ہے میں نے کہا میرے پاس سے ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی۔ پھر آئی اور کہنے لگی اچھا اگر آپ ﷺ مجھ سے بچ گئے تو بچ گئے مگر آپ کے بعد والے مجھ سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔ مجھے اس وقت وہی واقعہ یاد آیا اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا مجھے نہ مل جائے۔

اسد الغابہ جلد 5 ص 294

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس خوف سے رو پڑے کہ کہیں دنیا ان کو نہ مل جائے اور وہ اس حدیث کا مصداق نہ بن جائیں جس کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والوں

کو دنیا نہ چھوڑے گی۔ پانی کے بجائے شہد کا شربت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی عیش وعشرت نظر آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خشیت اور تقوی کی انہیں خوبیوں نے ان کو خلافت رسول کا منصب تک پہنچایا اور انہوں نے زندگی جس احتیاط خدا ترسی اور تقویٰ سے گزاری پوری انسانی تاریخ میں حکمرانوں کا یہ اسلوب و انداز ناپید ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا بیزاری کی وہ روایت قائم کردی جس کے طفیل ہمارے برے زمانے میں بھی خدا ترس اور فقیر منش حکمراں ہوتے رہے یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسی احتیاط عمل کا طفیل ہے۔

(61)

اصمعی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب ان کی تعریف کی جاتی تو وہ کہتے "یا اللہ تو مجھ سے زیادہ میرے نفس کے حال سے واقف ہے اور میں ان سب لوگوں سی زیادہ اپنے نفس کے حال سے واقف ہوں۔ یا اللہ! مجھے اس سے بھی بہتر بنادے جیسا یہ لوگ گمان کرتے ہیں اور جن باتوں کو یہ لوگ نہیں جانتے ان کو بخش دے اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے نہ کر۔ اسد الغابہ جلد 5 ص 294

اپنی تعریف و توصیف سن کر یہ دعا صرف وہ شخص ہی کرسکتا ہے جس نے دنیا سے اپنے تمام علائق کو توڑ لیا ہو اور نتائج کے لئے صرف اللہ پر اس کا بھروسہ ہو۔ اور اللہ کی خوشنودی اس کا ایمان ہو۔ ایمان کا یہ درجہ کسی کسی کو ہی میسر آتا ہے۔

(62)

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد (حضرت عروہ) سے روایت کرکے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جس وقت اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار روپیہ تھا۔ سب انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کردیا اور سات غلام (لونڈی) آزاد کئے جن پر اللہ کی راہ میں عذاب کیا جاتا تھا۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا اور عامر بن فہیرہ

کواور زنیرہ کواور نہدیہ کواور نہدیہ کی لڑکی کواور نبی موئل (کذا) کی لونڈی کواور ام عمیس کو بھی آزاد کرایا۔ اسد الغابہ ج 5 ص 295

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام کی ترویج اور اشاعت اور راہ خدا میں جس طرح اپنا مال خرچ کرتے تھے اس پر خوشنودی تو دربار رسالت سے ان الفاظ میں حاصل ہو چکی ہے کہ "انسانوں میں سے کسی کے جان' مال اور محبت کا احسان مجھ پر اتنا نہیں جتنا ابو بکر کا ہے"۔

یہ ایسی فدائیت کا ثبوت ہے کہ ابتدائے اسلام میں جن لونڈی غلاموں نے اسلام قبول کیا ان پر ان کے آقا مظالم کے پہاڑ توڑا کرتے تھے اور ان کو اس ظلم سی نجات دلانے کا واحد راستہ یہ تھا کہ ان کو خرید لیا جائے اور منہ مانگی قیمت دی جائے۔ مگر اس وقت اول تو مسلمان تھے ہی برائے نام اور جو بھی تھے تہی دست و بے سروساماں تھے۔ ایسے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مال راہ خدا میں کنکر پتھر کی طرح صرف ہوتا رہا اور اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے اس پر اپنی بے پناہ خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ سات لونڈی غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(63)

ابو صالح قفاری سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک نابینا بڑھیا کی خبر گیری کیا کرتے۔ یہ عورت مدینے کے اطراف میں کسی مقام پر رہتی تھی۔ یہ اس کا پانی بھر دیتے اور اسی نوعیت کے کام کر دیتے۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آتے تو دیکھتے کہ کوئی شخص ان کاموں کو کر گیا ہے جب آتے یہی واقعہ پیش آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (ایک دن) تاک میں بیٹھ گئے۔ (وہ شخص آیا تو حضرت عمر نے) دیکھا کہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ حالانکہ وہ اس زمانے میں خلیفہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو کہا خدا کی قسم یہ تم ہی ہو سکتے ہو۔ اسد الغابہ ج 5 ص 295

خلافت کی ذمہ داریوں کا بار اٹھاتے ہوئے کسی دور افتادہ بڑھیا کے روز مرہ کے کام کاج کے لئے خلیفہ رسول کا یوں چل کر آنا اور اسے اپنا معمول بنالیا محیر العقول کارنامہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کو دیکھ کر یہ کہنا کہ خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ تم ہی ہو سکتے تھے کیوں کہ ان ذمہ داریوں کے ساتھ یہ چھوٹے موٹے فرائض بھی انجام دینا صرف اور صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہی ممکن ہوسکتا تھا۔ دوسرا کوئی یہ نہ کرسکتا۔

(64)

خبیب بن عبدالرحمٰن نے اپنی پھوپھی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین سال ہم لوگوں کے پاس رہے۔ دو برس قبل خلافت کے اور ایک برس بعد خلافت قبیلہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں ان کے پاس لے جاتی تھیں اور وہ ان کا دودھ دوہ دیتے تھے۔

اسد الغابہ ج 5 ص 296

گویا خلافت کے تقریباً ایک سال بعد تک آپ اس قبیلے کی لڑکیوں کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ ایسی حکمرانی چشم فلک نے کا ہے کو دیکھی ہوگی اور ایسا حکمران روئے زمین پر کوئی رہا ہوگا؟

(65)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسی دن بیعت ہوئی جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی یعنی بروز دوشنبہ 12 ربیع الاول 11ھ کو۔ اس وقت ان کا مکان مقام سنح میں تھا۔ ان کی اہلیہ حبیبہ بنت خارجہ زید بن زہیر کے پاس مقیم تھیں جو قبیلہ بنی حارث ابن خزرج سے تھیں وہاں انہوں نے بالوں کا ایک حجرہ بنالیا تھا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ مدینہ میں اٹھ آئے اور خلافت کے بعد وہ سنح میں سات مہینے رہے عموماً پیادہ پا (مدینہ) آتے اور کبھی سوار ہوکر بھی آتے۔ مدینہ میں آکر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر لوٹ جاتے تھے۔ قبیلے کی

بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔خلافت کے بعد ایک لڑکی نے کہا کہ اب ہمارے لئے دودھ نہ دوہیں گے تو فرمایا: قسم ہے اپنے پروردگار کی میں اب بھی تمہیں دودھ دوہ دیا کروں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ خلافت کی وجہ سے میری کسی قدیم عادت میں تغیر نہ آئے گا۔ چنانچہ برابر ان لوگوں کو دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ (اسی عہد خلافت میں) کبھی کسی لڑکی سے پوچھتے میں تیری خاطر گائے کی آواز نکالوں یا چیخوں؟ جو وہ بچی کہتی ویسے ہی کرتے۔

اسد الغابہ ج 5 ص 296

خلیفہ وقت تھے۔ مصروف آدمی تھے۔ امت کے معاملات دیکھتے تھے مگر مدینے کے جوار میں رہنے والی بچیوں کے لئے گائے کی آواز نکالنا نہ بھولے۔

(66)

ابن شریط سالم بن عبید سے جو اصحاب صفہ میں سے تھے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض جب سخت ہو گیا تو آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلال سے کہو اذان دیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے والد نرم دل آدمی ہیں کاش آپ ﷺ کسی اور کو یہ حکم دیتے۔ پھر (تھوڑی دیر کی غفلت کے بعد) آپ ﷺ نے پوچھا نماز قائم ہو گئی؟ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد نرم دل آدمی ہیں کاش آپ کسی اور کو یہ حکم دیتے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا تم لوگ تو یوسف کی ہم نشین عورتوں کی مثل ہو۔ بلال کو حکم دو کہ اذان دیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے پھر پوچھا نماز قائم ہو گئی؟ تو لوگوں نے کہا ہاں حضرت نے فرمایا کسی کو بلاؤ کہ میں اس کے سہارے جاؤں گا۔ پس بریرہ آئیں اور ایک اور شخص آیا اور وہ آنحضرت ﷺ کو پکڑ کے لے چلے۔ آپ ﷺ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ پھر لوگوں نے لے جا کر آپ ﷺ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا

دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر آپ ﷺ نے روکا یہاں تک کہ لوگوں نے نماز سے فراغت پائی۔

پھر جب آں حضرت ﷺ کی وفات ہوگئی اور اہل عرب امی لوگ تھے اس سے پہلے ان میں کوئی نبی نہ ہوا تھا (اس لئے نہ جانتے تھے کہ نبی بھی وفات پا سکتا ہے اس لئے اس خبر کو سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص آنحضرت ﷺ کی وفات کا لفظ منہ سے نکالے گا میں اسے اپنی اس تلوار سے مار دوں گا۔ پس لوگوں نے سالم سے کہا جاؤ اور رسول خدا ﷺ کے صاحب (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو بلا لاؤ۔ میں گیا تو میں نے انہیں مسجد میں پایا۔ میں (سالم) بے اختیار رونے لگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید نبی ﷺ کی وفات ہوگئی۔ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ تو کہتے ہیں کہ جو شخص رسول خدا ﷺ کی وفات کا کلمہ منہ سے نکالے گا میں اسے اپنی تلوار سے مار دوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اندر تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ان کے لئے جگہ چھوڑ دی۔ وہ رسول خدا ﷺ کے اوپر جھک گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کا چہرہ حضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک سے مل جائے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی سانس دیکھی تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: 30) (اے نبی! تم بھی مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں) لوگوں نے پوچھا۔ اے صاحب رسول اللہ! کیا حضرت ﷺ کی وفات ہوگئی انہوں نے کہا ہاں۔ پس لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سچ ہے۔

گویا رسول اللہ ﷺ کی وفات کا یقین اہل مدینہ اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق سے ہوا کہ وہ امت میں امور نبوت کے مزاج داں تھے۔

اسی حدیث کے تسلسل میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا اے صاحب رسول خدا ﷺ کیا

نبی ﷺ پر نماز پڑھی جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں تم میں سے ایک ایک جماعت آئے اور تکبیر کہہ کر دعا مانگے اور چلی جائے یہاں تک کہ سب لوگ فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ ایسا ہی ہے (یعنی یوں ہی کرنا ہے) پھر لوگوں نے پوچھا اے صاحب رسول خدا! کیا نبی ﷺ دفن کئے جائیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ لوگوں نے پوچھا کس مقام پر دفن کئے جائیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جس مقام پر اللہ نے ان کی روح کو قبض فرمایا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول خدا ﷺ ابھی تم لوگوں کے پاس ہیں اور یہ کہہ کر باہر چلے گئے۔

گویا آپ ﷺ کی موت کی تصدیق' آپ ﷺ کے لئے طریقہ نماز اور جائے تدفین کا تعین اس اضطراری وقت میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے استقامت والے شخص کے لئے ہی ممکن تھا۔ اسد الغابہ ج5 ص299

(67)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی اس طویل حدیث (کے تسلسل میں) بیان کیا کہ سب مہاجرین یا کچھ مہاجرین ان (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس جاؤ ان کا بھی اس میں حصہ ہے۔ چنانچہ وہ (سب) لوگ گئے دیکھا تو وہ باہم مشورہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہیے ایک تم میں سے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا دو تلواریں ایک میان میں ہرگز نہیں رہ سکتیں۔ پھر کہا تم میں سے کون شخص ہے جس کو تین فضیلتیں نصیب ہوئی ہوں۔ "اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" اور "اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ" اور "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"۔ یہ فضیلتیں کس کے پاس ہیں پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بڑھایا

اور بیعت کی بعد اس کے پھر لوگوں نے بیعت کی خوب بیعت کی۔

اسد الغابہ ج 5 ص 299

گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کو لوگوں نے تسلیم کر لیا' غیر معمولی اکثریت نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی' گنتی کے چند لوگوں نے بیعت نہ کی جو بیعت کرنے والوں کے مقابلے میں نا قابل ذکر تھی اور یہ سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے سبب ہوا۔

(68)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ انصار نے اپنی رائے سے رجوع صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ بتاؤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ملا تھا کہ نہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سب لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تم میں سے کس کا دل اس بات کو گوارا کرتا ہے جس جگہ رسول خدا نے کھڑا کیا ہے وہاں سے ان کو ہٹا دے۔ سب نے کہا ہم میں سے کسی کا دل بھی اس بات کو گوارا نہیں کرتا۔ ہم خدا سے مغفرت چاہتے ہیں۔

اسد الغابہ ج 5 ص 300

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تھی۔ یہ بیعت سقیفہ بن ساعدہ میں ہوئی۔ اسی دن جس دن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔ دوسرے دن بیعت عام ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' بنی ہاشم' زبیر بن عوام' خالد بن سعید بن عاص اور سعد بن عبادہ بیعت سے الگ رہے۔ مگر وفات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ سبھی نے بیعت کر لی تھی۔ البتہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مرتے دم تک کسی کی بیعت نہ کی۔

اسد الغابہ ج 5 ص 300

(69)

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو تمام مکہ میں زلزلہ پڑ گیا (کہرام مچ گیا) اس کیفیت کو ابو قحافہ نے سنا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ابو قحافہ نے کہا: برا حادثہ ہوا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ لوگوں نے کہا: تمہارے بیٹے! ابو قحافہ نے کہا بنی عبد مناف اور بنی مغیرہ اس بات پر راضی ہو گئے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ ابو قحافہ نے کہا جو چیز خدا دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ (خدا کوئی چیز عطا فرمائے تو یہ اسی کی عطا ہے کوئی اس میں شریک نہیں) اسد الغابہ ج 5 ص 300

ابو قحافہ کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر یہ پوچھنا کہ خلیفہ کون ہوا؟ اپنے بیٹے کے متوقع خلیفہ ہونے کے احساس پر مبنی تھا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ قبائل قریش میں سے مخالف قبائل نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی تو اسے اللہ تعالیٰ کی عطا اور مشیت قرار دیا جس کے ابو بکر رضی اللہ عنہ مستحق تھے اور جس کی توقع کی جا رہی تھی۔

(70)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ جس قدر چاہتا مجھے اس سے نفع حاصل ہوتا۔ مگر جب کوئی اور شخص مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اسے حلف دیتا تھا۔ (قسم لے لیا کرتا) اگر وہ حلف لے لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ اور مجھ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سچے تھے (اس لئے میں نے ان سے حلف نہ لیا) کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص گناہ کرے، پھر وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔

اسد الغابہ ج 5 ص 301

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے روایت

کرنے والے سے حلف اٹھوایا کرتے تا کہ وہ سچ اور صرف سچ کہے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے کیونکہ وہ صادق تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صداقت ان کے معاصرین پر اس قدر واضح تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا شخص جس نے اپنے اوپر حدیث کے سلسلہ میں بڑی پابندی عائد کر رکھی تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے تھے۔

(71)

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے دور آخر میں ہی عرب کے متعدد قبائل نے بدویت کے عادی تھے مکہ اور مدینہ کی حکمرانی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ مختلف قبائل میں جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔

بنی اسد سے طلیحہ نے 'بنی تمیم سے سجاح نے 'یمامہ میں مسیلمہ نے 'لقیط بن مالک نے عمان میں نبوت کے دعوے کیے اور شورش برپا کی۔ (مکہ اور طائف میں اسود عنسی نے)

اس حقیقت کے باوجود آپ ﷺ نے رومی خطرے کو جس کا احساس جنگ موتہ اور تبوک کے موقع پر ہو چکا تھا زیادہ اہمیت دی اور ان افراد کے خروج وارتداد کو نظر کرتے ہوئے رومیوں کے خلاف ایک لشکر ترتیب دیا جس کی سرداری بیس سالہ نوجوان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ ان کی کمان میں مدینہ کے کبار صحابہ شامل تھے یہ لشکر ابھی جرف میں مقیم تھا کہ آپ ﷺ کی علالت شدید ہو گئی اس موقع پر کچھ لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو سخت ناپسند فرمایا۔ وفات کے روز علی الصبح آپ ﷺ نے اسامہ کو کوچ کی اجازت مرحمت فرمائی مگر تھوڑی دیر بعد ہی حضور اکرم ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ جرف سے مدینہ آ گئے اور آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں شامل رہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت کے بعد جو پہلا حکم جاری کیا وہ لشکر اسامہ کی روانگی کا حکم تھا۔ اس پر صحابہ کی بڑی تعداد نے خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی وفات

کے بعد اس لشکر کی روانگی کو نا مناسب جانا اور بعض نے ایک بار پھر اسامہ کی سرداری پر اعتراض کیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا: اگر جنگل کے کتے اور بھیڑیے مدینہ میں داخل ہو کر مجھے اٹھا لے جائیں تو بھی میں وہ کام کرنے سے باز نہ آؤں گا جسے رسول اللہ ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرداری کے بارے میں فرمایا:

اسامہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر مقرر فرمایا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے اس کے عہدے سے ہٹا دوں گا۔ (ابوبکر از حسین ہیکل ص 126-125)

اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو موقف اختیار کیا وہ انکے پورے عہد خلافت میں قائم رہا اور وہ تھا حضور ﷺ کے نشان قدم کا اتباع۔ اور اسی احتیاط اور اتباع رسول ﷺ نے عہد صدیقی کے مختصر عرصے میں اسلام کو وہ قوت و طاقت بخش دی کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ عمارت منہدم نہیں ہو پائی اور آج بھی اصل اسلام کو کوئی جاننا' ماننا اور عمل کرنا چاہے تو دور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سے استفادہ کرے گا۔ اسلام کو پائیداری بخشنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتباع رسول ﷺ نے جو کردار ادا کیا وہ اور کسی عامل سے نہ ہو سکا۔ انہوں نے کسی نئی چیز کو اسلام میں داخل نہ ہونے دیا اور سختی سے رسول اللہ ﷺ کا اتباع جاری رکھا۔

(72)

ایک طرف مدعیان نبوت تھے جنہوں نے مختلف علاقوں میں نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ دوسری طرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرحد پر رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے روانہ فرما دیا تھا۔ مدینہ عدم تحفظ کا شکار تھا ایسے میں اطراف کے متعدد قبائل نے ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ زکوٰۃ ہم رسول اللہ ﷺ کو تو دیتے تھے مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دینا اپنے آپ کو اہل مدینہ کی غلامی میں

دیدینا ہے۔اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دو ہی راستے تھے۔منکرین زکوٰۃ سے ملائمت سے پیش آکر انہیں اپنے ساتھ ملائے رکھیں یا ان سے جنگ کریں۔آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔بیشتر صحابہ کرام کی رائے تھی کہ یہ لوگ کلمہ گو مسلمان ہیں ان سے جنگ کرنے کے بجائے ان کو ساتھ ملا کر مرتدین سے جنگ کرنا چاہئے۔

لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے بھی جنگ کرنے پر آمادہ تھے اور اس معاملہ میں اس قدر سخت تھے کہ باہمی مشورے کے دوران پرزور الفاظ میں فرمایا: واللہ اگر منکرین زکوٰۃ مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذرا تیزی میں آگئے وہ بھی منکرین زکوٰۃ سے جنگ کے خلاف تھے۔انہوں نے وہی دلیل دی کہ جس نے کلمہ کی شہادت دی اس کی جان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہوگی البتہ نیت کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔

لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے یہ کہہ کر مسترد فرمادی کہ واللہ میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والے لوگوں سے ضرور لڑوں گا۔اسلام قبول کرنے والوں کے ذمے جو حقوق ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے بہر حال کیا جائے گا۔

ابوبکر۔حسین ہیکل ص 137-136

پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے عبس' ذبیان' بنو کنانہ' غطفان اور فزارہ وغیرہ منکرین زکوٰۃ قبائل کے وفود سے بات کی اور ان کو ادائیگی زکوٰۃ پر قائل کرنا چاہا لیکن جب وہ نہ مانے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام بے سروسامانی اور لشکر اسامہ کے سرحدوں پر ہونے کے باوجود ان سے جنگ کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان قبائل کے گمان کے بالکل برخلاف اچانک ان پر ٹوٹ پڑے۔مسلمانوں کو کچھ نقصان بھی ہوا مگر بالآخر یہ قبائل شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود کمان کی اور ذی القصہ تک

ان کا پیچھا کیا اور یہ یقین ہو جانے پر کہ ان میں واپسی کی سکت نہیں۔ مدینہ واپس ہوئے۔
منکرین کی اس شکست کے بعد دور و نزدیک سے قبائل زکوٰۃ لے کر آنے لگے۔
لوگوں نے یقین کر لیا کہ اسلام اور ایمان کی طاقت نے مسلمانوں کو اتنا مضبوط اور زور آور کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی قبائلی جنگ میں بہ آسانی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور بین الاقوامی سرحدوں پر بھی لشکر کشی کر سکتے ہیں مگر سب سے بڑا فائدہ اس جنگ سے یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس قدام نے قیامت تک کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں پر فرض ہونے کی راہ ہموار کر دی۔ کمزور ایمان کے قبائل کو اس وقت طرح نہ دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا ایک رکن زکوٰۃ ساقط ہونے سے محفوظ رہا اور ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور بقول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ و زکوٰۃ میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔

(73)

سہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ بنی عمرو بن عوف کے درمیان آپس میں صلح کرانے تشریف لے گئے۔ (یہ قبیلہ اوس کی ایک شاخ ہے جو قبا میں رہتی تھی۔ ان کے درمیان کسی بات پر تکرار ہوئی اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی آپ صلاح کرانے تشریف لے گئے مگر وہاں کسی قدر تاخیر ہوئی) نماز کا وقت آن پہنچا۔ مؤذن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا تم نماز پڑھاتے ہو میں تکبیر کہوں؟ انہوں نے کہا "اچھا خیر (پڑھا دوں گا)" چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے آپ صف چیرتے ہوئے اندر گھسے اور پہلی صف مین جا ٹھہرے۔ لوگوں نے دستک دینی شروع کی۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں (مستغرق رہتے اور) ادھر ادھر دھیان نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو پھر کر دیکھا کیا دیکھتے ہیں آنحضرت ﷺ (کھڑے) ہیں۔ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو (نماز

پڑھاتے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا (امامت کرنے کا مستحق قرار دیا) پھر وہ پیچھے سرک آئے اور صف میں مل گئے۔ اور آنحضرت ﷺ آگے بڑھ گئے آپ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ تم اپنی جگہ کیوں نہیں ٹھہرے رہے جب کہ میں تم کو حکم دے چکا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "بھلا ابوقحافہ کے بیٹے کو دیکھو اور نماز میں اللہ کے پیغمبر کے آگے بڑھنا دیکھو (کیا یہ ممکن تھا)

تیسیر الباری جلد اول ص453 ح 652

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے از راہ انکسار جس اعزاز سے گریز کیا تھا وہ انہیں حاصل ہوا۔ ایک دوسری روایت میں ہے آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فجر کی دوسری رکعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی۔

اور یوں ابوقحافہ کا بیٹا رسول کی امامت سے سرفراز ہوا۔ پوری امت میں یہ اعزاز عبدالرحمٰن بن عوف کے سوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔

(74)

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی (جب وہ اپنا کام پورا کر چکی تو) آپ نے فرمایا پھر آئیو۔ اس نے عرض کیا "اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں (وفات پا جائیں) تو پھر" آپ نے فرمایا "پھر ابوبکر کے پاس آنا"۔

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ کی جلالت قدر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ اگر آپ دنیا سے تشریف لے جائیں تو پھر اہل امت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رجوع کریں۔ یہ فرمان رسالت ہے اس لئے خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ کہنا رسول کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا ہے۔

بخاری پنجم کتاب المناقب ج 11 ص 10 مشکوۃ مناقب 5749

ایسی ہی ایک اور روایت سہل بن ابی خثمہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آپ سے بیعت کی پوچھا اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کس کے پاس آؤں؟ فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ اس نے کہا اگر وہ بھی نہ رہیں تو کس کے پاس آؤں؟ فرمایا عمر کے پاس۔

ان احادیث سے امت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وافضلیت پوری طرح واضح اور قائم ہو جاتی ہے۔ ایضا

(75)

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کچھ پہلے ہی اور وفات کی خبر سن کر خاص طور پر مکہ، مدینہ اور طائف سے دور بسنے والے قبائل نے ارتداد کا رویہ اختیار کیا۔ یہ لوگ بدوی زندگی ترک کر کے ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کو بھی پسند نہ کرتے تھے اور مکہ و مدینہ کی "غلامی" بھی انہیں گوارا نہ تھی۔ چنانچہ متعدد قبائل میں مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ یہ مقامی نبی انہیں مدینے کے کنٹرول سے بچائے رکھتے اور خود ان قبیلوں کو اعزاز نبوت عطا کرنے کا سبب بنتے۔ ان باطل مدعیان نبوت میں طلیحہ تھا جس نے بنی اسد میں دعوائے نبوت کیا سجاع نے بنی تمیم میں، مسلیمہ نے یمامہ میں، ذوالتاج لقیط بن مالک نے عمان میں، اور اسود عنسی نے یمن میں نبوت کے دعوے کئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اہل عرب کے مزاج داں تھے۔ وہ ان باطل نبیوں کی نبوت کے مضمرات سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ اس سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اگر ان کی نبوت کی رمق بھی باقی رہ جاتی تو نعوذ باللہ خود رسول اللہ ﷺ کی نبوت ہی مشکوک ہو جاتی۔ اہل عرب کا اتحاد بھی پارہ پارہ ہو جاتا اور توحید کے عقیدے پر وجود میں آنے والا معاشرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔

جنگوں کی تفصیلات سے قطع نظر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے

بعد ان مدعیان رسالت کی خبر لی۔ ان جنگوں میں آپ نے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بڑا کام لیا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کی جڑ کاٹ دی۔ تمام مدعیان نبوت یا تو تائب ہوئے یا مارے گئے اور طے ہو گیا کہ اب قیامت تک جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا باطل ہوگا۔ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کو جھوٹے نبیوں سے نجات دلا دی چاہے جو جس نام اور جس شکل میں بھی نبوت کا دعویٰ کریں اسے تسلیم نہ کیا جائے گا۔ انکے خلاف جنگ کی جائے گی اور انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تو دعوائے نبوت ہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور ارتداد کی اس شکل کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ابو بکر صدیق از حسین ہیکل ص 147 تا 257

(76)

منکرین زکوٰۃ' مرتدین اسلام اور مدعیان نبوت کی سرکوبی کر کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی طاقت کو استوار کر چکے تھے۔ اب ان کی نظریں اللہ کے دین کو اس کی دنیا پر پھیلانے پر لگی ہوئی تھیں۔ ان کو خیال تھا کہ وہ شام کی طرف پیش قدمی کر کے ادھر کی سرحد کو محفوظ کر لیں۔ کیونکہ شام اہل عرب کے لئے زیادہ مانوس علاقہ تھا۔

صورت حال کی سنگینی اور اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت جزیرہ نمائے عرب دو عالمی طاقتوں یعنی ایران اور روم کے درمیان واقع تھا اور یہ دونوں سپر پاورز چکی کے پاٹ کی طرح اہل عرب کو پیس کر رکھ سکتی تھیں۔ ان دونوں طاقتوں سے بڑی اور مضبوط حکومتیں اس وقت روئے زمین پر نہ تھیں۔ اس لئے عرب کے غیر مہذب' ناشائستہ اور آداب حکمرانی سے ناواقف لوگوں کا ان طاقتوں سے ٹکر لینا کم سے کم الفاظ میں خلاف عقل قرار دیا جا سکتا ہے۔

مگر رسول اللہ ﷺ اپنی حیات میں اسلام کو جزیرہ عرب کے ہر گوشے تک پھیلا چکے تھے اور ایرانی وشامی حکمرانوں کو خطوط لکھ کر ایک نئی اور ابھرتی ہوئی طاقت کا احساس دلا چکے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ ایران اور روم کی سلطنتوں کے درمیان جو علاقہ تھا اس میں بھی عرب جا کے آباد ہوئے تھے۔ جو شام سے متصل تھے وہ رومی تہذیب وتمدن اور زبان و السنہ سے متاثر تھے جو ایران سے متصل تھے وہ مجوسی رنگ ڈھنگ اختیار کر چکے تھے اور فارسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے مگر انکی عربیت ابھی برقرار تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس علاقے کی طرف توجہ مبذول کی۔ ان کا ارادہ شام کی سمت کی سرحدوں کو محفوظ بنانا تھا مگر مثنیٰ بن حارثہ مرتدین اور منکرین کی سرکوبی کرتے ہوئے ایرانی علاقے یعنی عراق میں دور تک گھستے گئے۔ چنانچہ ان کی مدد کے لئے انہیں حضرت خالد بن ولید کو بھیجنا پڑا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کسی محاذ پر پہنچنا فتح وکامرانی کی دلیل بن جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عراق میں قابل رشک کامیابیاں حاصل کیں اور حیرہ کو مفتوحہ علاقے کا مرکز بنادیا جو شام سے بھی ملا ہوا تھا۔ عراق کی فتوحات سے مطمئن ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف توجہ دی اور خالد بن سعید کو وہاں روانہ کیا۔ ان کی مدد کے لئے شرجیل اور یزید بن ابی سفیان امیہ بن ابوسفیان وغیرہ کو بھی لشکروں کے ساتھ بھیجا۔ یہی نہیں آپ نے ابوعبیدہ بن جراح کو والی حمص بنا کر بھاری لشکر کے ساتھ شام روانہ کیا۔ لیکن خالد بن سعید رومیوں سے مقابلے میں شکست کھا گئے اور انہیں پسپا ہونا پڑا۔ مگر اس ہزیمت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بددل نہ ہوئے اور فتح شام کے لئے منصوبہ بندی فرماتے رہے اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ شامیوں کو بھی خالد بن ولید کی ہیبت سے مارا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مثنیٰ بن حارثہ کو عراق میں چھوڑ کر خالد کو نصف لشکر کے ساتھ شام روانہ کیا۔ حضرت خالد کی جنگی حکمت عملیوں، تدابیر اور بہادری کے باعث جلد ہی شام بھی اسلامی سلطنت کے زیر اثر آ گیا

یوں عراق اور شام کی فتح سے ایران اور روم جیسی بڑی طاقتیں بھی اسلامی طاقت کے سامنے لرزہ براندام نظر آنے لگیں اور اپنے آپ میں سکڑتی چلی گئیں تو دوسری طرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے دنیا کے دروازے کھول دیئے اور ایک عالم پر چھا جانے اور اللہ کے دین کو اس کی سرزمین پر نافذ کر دینے کے سارے امکانات روشن کر دیئے۔

(77)

مرتدین کے خلاف جنگوں میں جنگ یمامہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے ہزاروں آدمی میدان جنگ میں کھیت رہے۔ اس جنگ کے مابعد اثرات بھی مسلمانوں کے حق میں بڑے مفید ثابت ہوئے اور اسی جنگ کے باعث عراق و شام کی فتوحات کے دروازے کھلے' لیکن اس جنگ کا افسوسناک پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کے بارہ سو افراد اس جنگ میں شہید ہوئے ان میں کبار صحابہ اور حفاظ قرآن شامل تھے۔ حفاظ کی اتنی بڑی تعداد کا شہید ہو جانا قرآن کے محفوظ نہ رہنے باعث ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ اس کے بعد کسی جنگ میں کبار صحابہ اور حفاظ قرآن کو نہ بھیجا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ قرآن کا جمع کیا جانا ضروری ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ابتداء میں اس میں بڑا پس و پیش تھا وہ فرماتے اور اپنے مزاج کے مطابق فرماتے کہ "بھلا میں وہ کام کیوں کر کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا"۔

مگر پھر انہیں جمع قرآن پر شرح صدر ہو گیا اور انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا۔ اعلان کر دیا گیا کہ جن کو قرآن حفظ ہے یا جن کے پاس اس کا کوئی حصہ محفوظ ہے وہ زید بن ثابت کے پاس جمع کرا دیں۔ چنانچہ کھجور کے پتوں درخت کی چھالوں' چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں پر تحریر شدہ قرآن کا بڑا ذخیرہ حضرت زید کے پاس جمع

ہو گیا۔انہوں نے حفاظ صحابہ سے دو دو گواہوں کے ساتھ اس تمام مواد کی تصدیق کی اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ کوئی آیت یا سورت رسول اللہ ﷺ نے ایسی ہی تعلیم کی تھی اور اس جگہ رکھی یہ سارا کلام یک جا کیا۔ یہی یک جا کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا اور محفوظ رہا۔

اگر چہ بعض اصحاب جمع قرآن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ مصحف کی تکمیل حضرت عثمان کے عہد میں عمل میں آئی مگر روایات سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس عظیم کام کی ابتداء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کردی اور اگر چہ اسے کتابی شکل نہ دی گئی ہو اسے کاغذ پر یک جا کر دیا گیا تھا۔آج قرآن جس طرح محفوظ ہے یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بڑا کارنامہ ہے۔اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل فرمائے۔قرآن کریم جمع کرنے کی وجہ سے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اجر کے مستحق ہیں"۔

حسین ہیکل نے بجا طور پر کہا ہے مرتدین کی سرکوبی' سرزمین عرب سے مرتدین کا خاتمہ اور عراق وشام کی فتوحات کے باوجود "جمع قرآن کریم سب سے بڑا اور مہتم بالشان کارنامہ ہے اور اسی سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ برکت حاصل ہوئی"۔

ابو بکر از حسین ہیکل ص 394 تا 419

(78)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تقریباً ڈھائی سال پر مشتمل ہے۔اس ڈھائی سالہ عہد میں مسلم معاشرہ عہد رسالت کے معاشرے سے سر مو انحراف نہ کر سکا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے اسلامی عقائد' اعمال اور اسلامی معاشرے کو انہیں خطوط پر آگے بڑھایا جن پر رسول اللہ ﷺ اسے چھوڑ گئے تھے۔اس میں نہ کوئی کمی آئی نہ اضافہ ہوا اور دور رسالت و دور خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں

زمانی فرق کے علاوہ ذرہ برابر فرق واقع نہ ہوا۔ اس کا سبب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ احتیاط تھی کہ وہ ہر کام اسی طرح کرتے جیسے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا اور کوئی ایسا کام کرنے کی جرأت نہ فرماتے جسے آپ رسول اللہ ﷺ کے اعمال میں نہ پاتے۔

اسامہ کے لشکر کی روانگی کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا "میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا جسے رسول اللہ ﷺ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا"۔

یا حضرت خالد کا جنگ کے دوران بڑھے ہوئے تہور و جوش اور قتل بے محابا کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار کہ خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا جائے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا جسے رسول اللہ ﷺ نے نیام سے نکالا تھا۔

یا منکرین زکوٰۃ سے یہ کہہ کر جنگ کرنا کہ "خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ ﷺ کو رسی کا ٹکڑا زکوٰۃ میں دیتا تھا میں اس سے وہ وصول کر کے رہوں گا"۔

ہر حالت میں اتباع رسول اور سختی سے اس پر عمل نے اسلامی معاشرے کو اپنی اصل سے بال برابر نہ ہٹنے دیا اور عہد رسالت و عہد خلافت صدیقی میں فرق و امتیاز کرنا مشکل ہی رہا۔

یہ احتیاط جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ ہے وہیں اصل اسلام کی بنیادوں کی پائیداری کا سبب بنا۔ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ ان کے عظیم کارناموں میں لگتا ہے۔

(79)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو بعض حضرات نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے منع فرمایا اور کہا میں خلیفۃ رسول اللہ ﷺ ہوں۔

اورخلافت کا جو انداز آپ نے اختیار کیا وہ دنیا میں حکمرانی کا منفرد' عجیب' حیرت انگیز اور بڑی حد تک دوسروں کے لئے نا قابل عمل مگر لائق تقلید نمونہ تھا۔

دنیا میں حکمرانی کے جو اسالیب ہزارہا سال کی انسانی تاریخ میں رائج رہے ان میں بادشاہت تھی جس کے نمائندے فرعون و ہامان' دارا و سکندر وغیرہ تھے یا پاپائیت تھی جو انسانوں کی رسوائی کا سبب تھی یا چودھراہٹ و جاگیرداری تھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا ایسا نمونہ پیش کیا جو اپنی اصل میں نہ بادشاہت تھا' نہ پاپائیت و پروہت یہ نہ سرمایہ داری تھی' نہ جمہوریت تھی نہ عوام کی آقائی یہ محض خلافت تھی جس میں خلیفہ رعایا کا خادم ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسی حیثیت سے حکمرانی فرماتے رہے اور خلافت کے ساتھ پڑوسیوں کے جانوروں کا دودھ دوہتے رہے۔ حکمرانی کی یہ مثال دنیا میں اسلامی حکمرانی کی بنیاد بنی اور خلافت صدیقی جیسا نظام آج تک کوئی معاشرہ برپا کرنے میں ناکام رہا۔

(80)

اس سادہ اور بدویانہ نظام حکمرانی کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اطاعت خلیفہ کی ایسی مثالوں سے معمور ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

وہ عمر ہوں یا خالد بن ولید' عبیداللہ بن جراح ہوں یا شرجیل بن حسنہ احکام خلافت کے خلاف لب کشائی کا حوصلہ نہ رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرب کے بدو قبائل کو ایک دھاگے میں پرو کر ایک ملت بنا دیا تھا اور ان میں وہ نظم و ضبط پیدا کر دیا جو فی زمانہ فوجوں کو بھی میسر نہیں ہوتا۔ سب خلیفہ کو رائے دینے میں آزاد تھے مگر جب خلیفہ کوئی فیصلہ فرما لیتے تو کوئی چوں نہ کر پاتا۔

عرب اب ایک بنیان مرصوص بن چکے تھے اور یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بڑا کارنامہ ہے۔

(81)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے نہائے۔ انہیں بخار چڑھ گیا اور یہی ان کا مرض الموت تھا۔ غالباً انہیں نمونیہ ہوا۔ پندرہ دن بخار میں مبتلا رہ کر وہ 21 جمادی الاخریٰ 13ھ مطابق 22 اگست 634ء بعد غروب آفتاب انتقال کر گئے۔

ابوبکر از حسین ہیکل ص ۴۵۸

دوران مرض انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور موت سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر وصیت تحریر کرا دی۔

یہ فیصلہ انہوں نے کامل غور و فکر کے بعد اور مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے پیش نظر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور ان کے کارناموں سے تصدیق ہو گئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر صرف اسلام اور مسلمانوں کی بہی خواہی رہتی تھی۔

(82)

انتقال کے بعد ان کی نعش اسی چارپائی پر لاد کر مسجد نبوی میں رکھی گئی جس پر رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر رکھا گیا تھا۔ ابوبکر از حسین ہیکل ص 459

(83)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر حضور ﷺ کے شانوں کے متوازی تھا۔ اور یوں ''یارِ غار'' ''یارِ قبر'' بھی بن گئے۔

(84)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد عرب دستور کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اصحاب رسول نے

ان کے مناقب بیان کیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ یہ تھا ''ہم تو تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تمہارے مرتبے کو کس طرح پاس سکتے ہیں''۔ ابوبکر از حسین ہیکل ص 461

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اصحاب رسول ﷺ پر فضیلت کا اعتراف تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ معیار مقرر کر کے روز حشر فیصلہ کیا جائے تو کسی دوسرے شخص کی مغفرت محال ہو جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مردم سازی کا شاہکار تھے۔

تاریخ انسانی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو وجود میں آنا انسان کے چاند پر قدم رکھنے سے کہیں بڑا کارنامہ ہے جو پیغمبر ہی انجام دے سکتے ہیں۔ایسی انسان سازی کسی اور سے ممکن نہیں۔

انتخاب قصیدہ در منقبت
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

از سید احمد علی سیماب

لالہ گون عشاق را اشکے در چشم تر است	رونق بازار خوبان را نکو تر زیور است
ہر متاعے را کہ داری وقف راہ دوست کن	فخر فقر از فخر دولت در طریقت خوشتر است
قطرہائے اشک گر گر ریزی شب تار فراق	قیمت ہر دانہ اش بیش از بہای گوہر است
ہر گہہ از خود بگذری در ہستی ذوق وصال	پاکبازان وفا را یوم حج اکبر است
در حصول کام جان لیت ولعل بند پاست	راہِ دانش آخر و رسم محبت دیگر است
گنج خواہی پاسبان گنج را شو آشنا	زانکہ غیر پاسبانست کس نہ آنجا رہبر است
حضرت صدیق اکبر آنکہ خاک در گہش	سرمۂ بینش فزای مردم دین پرور است
آن امیر المؤمنین سیاق غایات شرف	کشتی دین را بطوفان ہلاکت لنگر است
وقف کردہ مال و جان اندر طریق مصطفیٰ	ہم طریق مصطفیٰ را شمع رہ ہم رہبر است
شاہد عذرائے دین را رائے او مشاطہ وار	آسمان علم را رویش چو مہر انور است

ثانی اثنین از ہما فی الغار نقش پر چمش　　صد درش کاو یانش سرنگون زیب فراست

چون شرف از دین گرفت اول لقب صدیق یافت　　نام عبد اللہ وصف او عتیق آزاد راست

لالہ زار شرع را رائے متینش نوبہار　　نخل خشک آرزو را رافتش چوں کوثر است

قاطع ارباب ردت قالع بیخ عناد　　بانی بنیاد ملت ماحی شور و شر است

بس کہ راغب بودہ اندر باقیات الصالحات　　مال و ملک بے بقا در پیش او خاکستر است

بذل احسانش بر اُمت خارج از حد شمار　　نکتۂ سربستہ اش در حل معنی دفتر است

در شب تاریک بر سجادہ از فرط خشوع　　ذکر حق قوت روانش چشم گریاں ساغر است

پر تو نورے کہ قلب مصطفٰی را تاب داد　　سینۂ صدیقؓ ہم از تاب او بہرہ ور است

در تواضع خاکسار و در بزرگی آسمان　　خلق روح افزائے او رشک عبیر و عنبر است

را جل دشمن شکارش یکہ تازِ قلب کفر　　فارس پیل افگنش تنہا بہیبت لشکر است

رفت بر ہر سرزمین اعلام ظلمتگاہ او　　ذرہ اش در تابنا کی مہر دین را خاور است

رونق محراب و منبر از رخ پر نور او　　وز کف پایش فلک فرمائے فرق منبر است

اے خطا پوش ہمہ سیماب را شو دستگیر

اندران روزے کہ عفوت نہ یار و یاور است
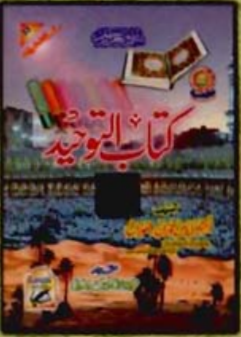
فضائلِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمتِ شان کے لئے اجمالاً اتنا کہنا ہی کافی ہے "اِخْتَارَھُمُ اللّٰہُ لِصُحْبَۃِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" مگر اظہارِ محبت و حسنِ عقیدت کے طور پر اصحابِ قلم نے فضائل و مزایا کی تفصیلات سے بھی اسلامی لٹریچر کو مالا مال کیا ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس حسنی صاحب مدیر اعلیٰ اردو ڈکشنری بورڈ کی کتاب "فضائل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ" اس میں ایک اور گرانقدر اضافہ ہے۔

فاضل مؤلف نے مستند مآخذ کے حوالہ سے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب کی جہات کو دل کش اور شستہ الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اصحابِ خیر کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس مفید اور ایمان وایقان کے گلدستہ کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا سکیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ.

تأثرات
محمد رفیق اثری شیخ الحدیث

دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا ملتان
حال فی بیت تلمیذہ محمد افضل۔ بحراتشی
17/2/1422ھ

مکتبۃ السنۃ کی دیگر مطبوعات